ಕರ್ನಾಟಕ ರಾಜ್ಯ ಮುಕ್ತ ವಿಶ್ವವಿದ್ಯಾನಿಲಯ
ಮಾನಸಗಂಗೋತ್ರಿ, ಮೈಸೂರು ೫೭೦ ೦೦೬

KARNATAKA STATE OPEN UNIVERSITY
Manasagangothri, Mysore - 570 006

M.A. FINAL - URDU

Course - I, Block - 1, Unit - 1 - 4
(URDU LITERARY CRITICISM, RHETORIC & PROSODY)

مولانا الطاف حسین حالی

خلیل الرحمن اعظمی

احتشام حسین

سجاد ظہیر

COURSE - 1 **BLOCK - 1**

KSOU NATIONAL INTERNATIONAL RECOGNITION

Karnataka State Open University (KSOU) was established on 1st June 1996 with the assent of H.E. Governor of Karnataka as a full fledged University in the Academic year 1996 vide Government notification No./EDI/UOV/dated 12th February 1996 (Karnataka State Open University Act – 1992). The Act was promulgated with the object to incorporate an Open University at the State Level for the introduction and promotion of Open University and Distance Education Systems in the education pattern of the State and the Country for the Co-ordination and determination of standard of such systems.

- With the virtue of KSOU Act of 1992, Karnataka State Open University is empowered to establish, maintain or recognize Institutions, Colleges, Regional Centres and Study Centres at such places in Karnataka and also open outside Karnataka at such places as it deems fit.
- All Academic Programmes offered by Karnataka State Open University are recognized by the Distance Education Council (DEC), Ministry of Human Resource Development (MHRD), New Delhi.
- Karnataka State Open University is a regular member of the Association of Indian Universities (AIU), New Delhi, since 1999.
- Karnataka State Open University is a permanent member of Association of Commonwealth Universities (ACU), London, United Kingdom since 1999. Its member code number: ZKASOPENUINI.
- Karnataka State Open University is a permanent member of Asian Association of Open Universities (AAOU), Beijing, CHINA, since 1999.
- Karnataka State Open University has association with Commonwealth of Learning (COL), Vancouver, CANADA, since 2003. COL is an intergovernmental organization created by commonwealth Heads of Government to encourage the development and sharing of open learning distance education knowledge, resources and technologies.

Higher Education To Everyone Everywhere

Karnataka State Open University

Manasagangothri, Mysore - 570 006

کرناٹک اسٹیٹ اوپن یونیورسٹی،

مانسا گنگوتری، میسور

MA (FINAL)

COURSE - 1

LITERARY CRITICISM RHETORIC AND PROSODY

BLOCK - 1 (1 - 4) UNITS

ایم اے: سال دوم

کورس۔۱ :اردو تنقید۔عروض و بلاغت

حصہ۔۱۔اکائیاں (۱۔۴)

MA (FINAL) COURSE - 1

LITERARY CRITICISM RHETORIC AND PROSODY

BLOCK - 1 (1 - 4) UNITS

ایم،اے: سال دوم

کورس۔ا :اردوتنقید۔عروض وبلاغت

حصہ۔ا۔اکائیاں(ا۔۴)

وائس چانسلر

پروفیسر کے سدھارائیو

ڈین اکاڈمک

پروفیسر چمبی پرانک

فیکلٹی ممبرس

1۔ ڈاکٹر جہاں آراء بیگم

ریڈر وصدر شعبہ اُردو، کے ایس او یو، میسور

2۔ بلقیس بانو۔ ایم

سینیر لیکچرر شعبہ اردو

کوآرڈینیٹر

ڈاکٹر جہاں آراء بیگم

مصنفہ: **بلقیس بانو۔ ایم**

سینیر لیکچرر

، کے ایس او یو، میسور

نصاب کا مقصد

اردو زبان وادب کے متعلق ایم اے سال اول کے اردو کورس میں مختلف شعبہ جات پر معلومات حاصل کئے، امسال سال دوم میں بھی آپ اردو ادب کے دیگر حصوں کا جائزہ لے سکیں گے۔

سال دوم کے کورس۔ا میں اردو تنقید: عروض و بلاغت کو پڑھیں گے۔

تنقید کے معنی پرکھنے کے ہوتے ہیں جذبۂ تمیز ہی تنقید کی اصل جڑ ہے۔ تنقید اور فن میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یوں تو اردو ادب میں تنقید کا وجود ابتداء ہی سے ملتا ہے، مشاعروں کی واہ وا ،شعراء اور ادیبوں کے تذکرہ، حالی کا مقدمہ شعر و شاعری اور عہد حاضر تک تنقید نے خوب ترقی کی، ادیبوں کی مغربی علم و ادب سے واقفیت بڑھنے کے ساتھ ساتھ تنقید کے لئے نئی راہیں بھی کھلیں، ان میں خصوصاً حالی، عبدالحق، سید مسعود حسن، اثر لکھنوی، مجنوں گورکھپوری، آل احمد سرور، احتشام حسین، اختر اورینوی، اسلوب احمد انصاری، ابواللیث صدیقی، جگن ناتھ آزاد، گیان چند، سیدہ حسین، عبداللہ، عبادت بریلوی، عبدالعلیم، ریاض احمد، نورالحسن نقوی، وغیرہ وغیرہ نے اپنے اپنے رنگ میں اردو تنقید میں اہم اضافے کئے۔

اسطرح اردو ادب جامد نہ رہا بلکہ زندگی کے ساتھ رواں دواں رہا ہے۔ عہد جدید تک اس نے ترقی کی کئی منزلیں طے کی ہیں۔ اردو تنقید نے ادب میں اپنی ایک الگ راہ بنائی ہے، اس کی اپنی ایک تاریخ ہے، اس کا اپنا اسلوب اور معیار ہے۔

لہذا ہمیں خوشی ہے کہ آپ کو اردو ادب کے توسط سے ادب کے ایک اور اہم حصے سے واقف کرا رہے ہیں۔ آپکے سالِ دوم کے کورس کے نصاب میں مختلف کتابوں کے ذریعہ مختلف شعبوں پر روشنی ڈالی جائیگی۔ آپ اسے صرف نصابی حد تک مطالعہ نہ کریں بلکہ اپنی علمی و ادبی قابلیت کو بڑھانے کے لئے پڑھیں۔ سالِ دوم کا نصابی مواد بھی خود تدریسی ہے۔ آسان و عام فہم انداز میں ہم نے یہاں اردو زبان اور ادب کے مختلف نقوش پیش کئے ہیں۔

ایم اے سال دوم کے کل پانچ کورس یعنے پانچ پرچے ہیں۔

کورس ا: اردو تنقید عروض و بلاغت

کورس ۲: اردو ادب کے جدید رجحانات

کورس ۳: عربی زبان اور ادب

کورس ۴: اختیاری مضمون: شاعر یا ادیب کا خصوصی مطالعہ، فیض احمد فیض

کورس ۵: اختیاری مضمون: دکنی زبان اور ادب (کرناٹک کا خصوصی مطالعہ)

لہذا، مذکورہ ہر کورس کے کل سات حصے، یعنے بلاکس ہیں اور ہر حصے یعنے بلاک میں کل چار اکائیاں ہیں۔ اس کی تفصیل ہر حصے میں نصاب کے مقصد کے تحت دی جائیگی۔

یہ کتاب اردو تنقید عروض و بلاغت کے متعلق ہے۔ یہ نصاب کا ایک جزو ہے، جو سالِ دوم کے کورس ایک اردو تنقید کے لئے مخصوص ہے، یہ کورس کا پہلا باب یعنے بلاک ہے، اس باب میں ۱ تا ۴ اکائیاں ہیں، یہ باب کل چار اکائیوں پر مشتمل ہے۔

مذکورہ باب میں احتشام حسین کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ، تنقیدی نظریات (حصہ اول)، پر تفصیل دی گئی ہے، اس کے علاوہ طلبہ کی سہولت کے لئے ہر اکائی کے منتخب سوالات بھی دیئے گئے ہیں، تاکہ طلبہ اس سے بھی مزید مستفید ہوسکیں۔ ہر اکائی میں جو مشکل الفاظ آئے ہیں، ان کے معنی بھی دیئے گئے ہیں، اور اکائی کے آخر میں سفارشی کتب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے، طلبہ سے امید کی جاتی ہے کہ ان کتابوں کو حاصل کر کے پڑھیں اور اپنی علمی قابلیت کو بڑھائیں۔

مشمولات

اکائی ۱: (i): احتشام حسین کی تنقید نگاری

(ii): مضمون: تنقید نظریہ اور عمل (احتشام حسین)

اکائی ۲: (i) مضمون: تخلیق و تنقید (مجنوں گورکھپوری)

(ii) مضمون: تحقیق و تنقید (سید عبداللہ)

اکائی ۳: مضمون: سائنٹفک نظریۂ تنقید (اسلوب احمد انصاری)

اکائی ۴: مضمون: ادبی تنقید اور تحلیلِ نفسی (سید شبیہہ الحسن)

باب ایک

بلاک ایک اردو تنقید کے لئے مخصوص ہے، یہاں احتشام حسین کے تنقیدی مجموعہ تنقیدی نظریات (حصہ اول)، کے مضامین کا جائزہ لیا جائیگا، اور مختلف دبستانِ نقد پر معلومات فراہم کئے جائیں گے، کل چار اکائیوں یعنے (ا تا ۴) پر یہ باب مشتمل ہے۔

اکائی ا: کے تحت احتشام حسین کی تنقید نگاری کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ان کے اسلوب طرز نگارش ان کے نظریات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور ساتھ ہی تنقیدی نظریات (حصہ اول) سے احتشام حسین کا لکھا مضمون تنقید نظریہ عمل کا بھی جائزہ لیا گیا ہے، جس کے تحت تنقید میں نظریہ اور عمل کی افادیت اور اہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

اکائی ۲ کے تحت دو مضامین ہیں تخلیق و تنقید مصنف مجنوں گورکھپوری اور تحقیق و تنقید مصنف سید عبداللہ، دونوں مضامین کی روشنی میں ادب میں ان کی افادیت و اہمیت کا جائزہ لیا گیا ہے، اور ساتھ ہی مصنفین کا مختصر تعارف بھی دیا گیا ہے۔

اکائی ۳ کے تحت مضمون: سائنٹفک نظریہ تنقید مصنف اسلوب احمد انصاری ادب میں اس دبستانِ نقد کی اہمیت اور ادب میں اس کی ضرورت کا بھی جائزہ لیا گیا ہے، اور مصنف کا مختصر تعارف بھی دیا گیا ہے۔

اکائی ۴ کے تحت مضمون: ادبی تنقید اور تحلیل نفسی مصنف سید شبیہہ الحسن، کا جائزہ لیا گیا ہے، نفسیاتی تنقید، تحلیل نفسی کے متعلق تبصرہ کیا گیا ہے، اور ساتھ ہی مصنف کا مختصر تعارف بھی دیا گیا ہے۔

مذکورہ باب میں جتنی بھی اکائیاں ہیں ان میں تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے، ہر اس اکائی سے متعلق دیگر تفصیلات پر بھی معلومات پیش کئے گئے ہیں، تاکہ طلبہ کو اکائی کے سمجھنے میں آسانی اور سہولت ہو۔

اکائی ۱: احتشام حسین کی تنقید نگاری اور مضمون: تنقید نظریہ اور عمل

ساخت

1.0 اغراض ومقاصد

1.1 تمہید

1.2 احتشام حسین کی تنقید نگاری

1.3 مضمون: تنقید نظریہ اور عمل

1.4 خلاصہ

1.5 نمونہ امتحانی سوالات

1.6 فرہنگ

1.7 سفارشی کتب

1.0 اغراض ومقاصد:

اس اکائی کو مکمل کر لینے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

☆ احتشام حسین بہ حیثیت نقاد

☆ احتشام حسین کی تنقید اور اسلوب نگارش

☆ احتشام حسین کے مضمون تنقید نظریہ اور عمل کے بارے میں واقفیت حاصل کر سکیں اور اپنے طور پر بیان کر سکیں۔

1.1 تمہید:

اس اکائی میں احتشام حسین کی تنقید نگاری یعنے ان کے تنقیدی رویہ پر روشنی ڈالی گئی ہے ساتھ ہی ان کی مرتب کردہ کتاب تنقیدی نظریات (حصہ اول) سے انہی کا لکھا مضمون، تنقید نظریہ اور عمل کے بارے میں بھی وضاحت کی گئی ہے۔ ہم آپ کو اس اکائی کے توسط سے یہ بھی معلوم کرائینگے کہ۔ احتشام حسین کی طرز تحریر کا انداز کیسے تھا، ان کے نظریات کیا تھے، اور ان کے مضمون تنقید نظریہ اور عمل سے انکا مقصد کیا تھا اور تنقید میں نظریہ اور عمل کی کیا افادیت و اہمیت ہے۔ اس بارے میں بھی آپ معلومات حاصل کریں گے۔

1.2 احتشام حسین کی تنقید نگاری: (1912ء۔1976ء)

یوں تو اردو تنقید میں مغربی نظریات حالی کی تنقید نگاری یعنے مقدمہ شعر و شاعری کے بعد نظر آئے۔ لیکن با قاعدہ سماجی اقتصادی رجحان 1935ء کے بعد ترقی پسند تحریک کی ابتداء سے آیا۔ اس تحریک کا اردو ادب بلکہ تنقید پر بے حد اثر پڑا۔ اور اس کے تحت اشترا کی مارکسی، سائنٹفک نفسیاتی خیالات اور حقیقت نگاری کے رجحان نے ادب اور تنقید میں اپنی جگہ بنائی۔ ان نظریات سے اردو نقادوں کا ایک بہت بڑا حلقہ متاثر ہوا۔ جس نے ادب میں تاریخی قوتوں مادی حقائق اور سماجی اقدار کی جستجو کی۔ ان نقادوں میں اختر حسین رائے پوری۔ مجنوں گورکھپوری، احتشام حسین، ڈاکٹر عبدالعلیم، سجاد ظہیر، اختر انصاری، سردار جعفری، ممتاز حسن، وغیرہ کافی اہمیت رکھتے ہیں۔

1.2.1 احتشام حسین نے جب اردو تنقید کے میدان میں قدم رکھا تو اعلیٰ درجے کی

تنقید کے نمونے موجود نہ تھے، جو عروض کی غلطیاں نکالنے اور زبان و بیان کی لغزشوں پر گرفت کرنے تک محدود تھے دوسری طرف تاثراتی تنقید کے چند نمونے تھے جن کی حیثیت مشاعروں کی واہ واہ سے زیادہ نہ تھی۔ ترقی پسند تحریک بھی اس وقت وجود میں آچکی تھی۔ اختر حسین رائے پوری کا مقالہ ادب اور زندگی 1935ء میں شائع ہو کر اہلِ علم کی توجہ کا مرکز بن چکا تھا۔ مجنوں گورکھپوری کے چند مضامین بھی موجود تھے، مگر یہ چند مضامین اربابِ قلم اور اہلِ علم کے ذہنوں میں کوئی بڑا انقلاب برپا نہیں کر سکتے تھے۔ ضرورت تھی ایک ایسے نقاد کی جو، ادب و سماج کے رشتے پر گہرائی اور تسلسل کے ساتھ غور کرے۔ یہ خدمت آخر کار احتشام حسین نے انجام دی۔

اردو تنقید نگاری میں احتشام حسین کا مقام منفرد و یگانہ ہے۔ ان کے تنقیدی مضامین کا وسیع ذخیرہ ہے جو کئی مجموعوں کی شکل میں چھپا۔ ان میں خصوصاً چند درج ذیل دیئے گئے ہیں۔ (۱) اعتبار نظر (۲) تنقید اور عملی تنقید (۳) تنقیدی جائزہ (۴) روایت و بغاوت (۵) عکس اور آئینے (۶) افکار و مسائل (۷) ذوقِ ادب اور شعور (۸) ادب اور سماج (۹) ادب اور تنقید (۱۰) جوش ملیح آبادی (۱۱) ساحل و سمندر (سفر نامہ) (۱۲) ولیم بیمز کی کتاب کا ترجمہ، لسانیات کا خاکہ (۱۳) ویرانے (افسانوں کا مجموعہ) (۱۴) اردو ساہتیہ کا اتہاس (ہندی زبان میں) وغیرہ وغیرہ۔

مذکورہ تخلیقات کے علاوہ بھی احتشام حسین نے مختلف شعراء اور ادیبوں کی تصانیف پر دیباچے، مقدمے، تبصرے پیش لفظ لکھے، مگر ان کے فکر و فن کا حقیقی میدان تنقید تھا، گو انہوں نے کوئی مستقل کتاب تنقید پر نہیں لکھی، ان کے تنقیدی مضامین کے مجموعے ہی ان کی تنقیدی بصیرت کا عمدہ ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ ان کے مضامین ان کے ادبی مسلک کے ترجمان ہیں انہوں نے تاریخ سیاسیات اقتصادیات اور عمرانیات کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ مادّی جدلیت کے

فلسفہ کو فیشن کے طور پر قبول نہیں کیا، بلکہ اس فلسفے سے انہیں والہانہ وابستگی رہی ہے۔

1.2.2 انہوں نے نظری تنقید سے متعلق بہت اہم مباحث چھیڑے ہیں، تاریخی حقائق اور تہذیبی روابط کی روشنی میں فنکار کے خیالات و احساسات کو سمجھنے کی سعی کی ہے۔ احتشام حسین کے تنقیدی مضامین کی ایک بڑی خوبی ان کا سلجھا ہوا واضح سنجیدہ اور مدلل انداز بیان ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان کے خیالات میں پختگی اور نظریے میں گہرائی آتی گئی۔ "تنقیدی جائزے" کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"وقت کے ساتھ ساتھ میرا خیال پختہ ہوتا جا رہا ہے کہ اعلیٰ ادب اور اعلیٰ تنقید کی پہچان یہی ہے کہ اس سے زندگی کے حسن اور توانائی کو سمجھنے اور اسے ابھارنے میں مدد ملتی ہے۔ اس طرح عوام کا رشتہ عوامی جدوجہد کرنے والی طاقتوں سے مضبوط ہوتا ہے اور ادب زندگی کو سہارا دے کر آگے بڑھتا ہے اچھے ادب کے مطالعے سے ان کا سماجی شعور بڑھتا ہے" (صفحہ ۱۰)

احتشام حسین صرف اس ادب کو پسند کرتے ہیں جو عوام کی امنگوں کا ترجمان ہو ان کے مقاصد کو پورا کرے اور ان کی زندگی کو خوشگوار بنائے۔ جو ادب اس کسوٹی پر پورا نہ اترے اسے وہ سرمایہ داروں کا آلہء کار اور عوام کی جدوجہد کے خلاف ایک حربہ قرار دیتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

> "تخلیقی عمل کے سماجی ہونے کی کسوٹی یہ ہے کہ اس سے سماج کو فائدہ پہنچے محنت کش طبقہ اپنی محنت کا پھل کھائے اور آزادی کی جدوجہد میں اس سے مدد ملے شاعری کے تخلیقی ہونے کی کسوٹی یہی ہوسکتی ہے کہ وہ کہاں تک آزادی اور اشتراکیت کی جدوجہد کو آگے بڑھاتی ہے"۔

1.2.3 احتشام حسین نے 1939ء سے لکھنا شروع کیا تھا، تادم آخر تک مسلسل لکھتے

رہے۔ان کا تنقیدی مطالعہ کسی خاص صنفِ ادب یا کسی ایک مصنف تک محدود نہیں تھا۔شاعری ناول افسانہ اور ڈراما بھی ان کی تنقید کا موضوع رہے ہیں۔ادب میں ترقی پسندی کی روایات، ادب اور اخلاق۔مواد اور ہیئت نئے ادبی رجحانات اردو ادب میں آزادی کا تخیل جدید اردو شاعری اور سماجی کش مکش جیسے موضوعات بھی، غالب کا تفکر، غالب کی بت شکنی، نظیر اکبر آبادی اور عوام۔حسرت کی غزلوں میں نشاطیہ عنصر۔اقبال کی رجائیت کا تجزیہ، فسانہ آزاد کا، خوجی فانی بدایونی، پریم چند کی ترقی پسندی، وغیرہ عنوانات بھی ان کی نگاہِ نقد کا موضوع بنے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے ہاں کس قدر تنوع ہے اور کس قدر گہری نظر، وہ اردو ادب پر رکھتے ہیں۔ ہر پہلو کو انہوں نے مارکسی اصولوں کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی۔ مارکسی نقطہء نظر کو انتہا پسندی افراط و تفریط کے الزام سے بچایا۔ادب کے تجزیئے کے لئے اس نظریئے کو پورے خلوص کے ساتھ برت کر تنقید کو فکر و آگہی کا ایک نیا زاویہ عطا کیا۔

احتشام حسین نے ادب اور زندگی کے اٹوٹ رشتے کو سمجھا اور دلیلوں کے ذریعے اس کی اہمیت کو منوایا، وہ ادب کو جامد تصور نہیں کرتے بلکہ فلسفہ کی روشنی میں پرکھنے کی سعی و جستجو کرتے ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں ادب کا زندگی سے بڑا گہرا رشتہ ہے، اور تنقید کا بھی۔احتشام حسین نے اپنے مخصوص زاویہ نگاہ سے اس رشتے کے اٹوٹ ہونے پر بڑے سلجھے ہوئے انداز میں اپنا خیال ظاہر کرتے ہیں۔

(۱) ادب مقصد نہیں ذریعہ ہے ساکن نہیں متحرک ہے، جامد نہیں تغیر پذیر ہے، اسے تنقید کے چند مقررہ فرسودہ اصولوں کی مدد سے نہیں سلجھایا جاسکتا، بلکہ ایک فلسفیانہ تجزیہ ہی کام آسکتا ہے (تنقیدی جائزے)

(۲) ادب کی تنقید زندگی اور زندگی کی قدروں کی تنقید ہے، کیا ہے اور کیا ہونا چاہیئے کہ تنقید ہے

۔ادب کے اندر عقیدے اور بہتر نظام زندگی کی تلاش ہے ۔تنقید نہ تو تاریخ ہے نہ فلسفہ نہ سیاست ہے نہ سائنس ۔لیکن یہ علوم جس حد تک انسانی ذہن میں داخل ہوتے ہیں، اسے متاثر کرتے ہیں اور شعور کا جزو بنتے ہیں اس کی جستجو ہوتے ہیں ۔(ذوق ادب اور شعور صفحہ ۲۵۴)

1.2.4 احتشام حسین اگر سماجی اقدار کی اہمیت وعظمت کے قائل ہیں تو اسی کے ساتھ انہوں نے ایک سچے ترقی پسند کی طرح فرد کی اہمیت وعظمت کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ان کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ ان کا تنقیدی رویہ خاص لچکدار اور لوچدار ہے ۔چونکہ وہ ادب تنقید دونوں کو زندگی سے وابستہ رکھتے ہیں، اور زندگی کو تغیر پذیر مانتے ہیں، اس سلسلے میں اپنا خیال یوں ظاہر کیا ہے کہ

"تنقید کا وجود علمی دنیا میں ایک فن کی حیثیت سے بہت قدیم ہے جو سماجی ضرورتوں اور تقاضوں کے لحاظ سے بدلتا ہے" (روایت اور بغاوت صفحہ ۴۴)

احتشام حسین مادّی زندگی کے مطالعہ پر اسلئے بھی اہمیت دیتے ہیں کہ یہ زندگی کے اقدار کے تعین میں بڑا مددگار ہوتا ہے ۔وہ شعروادب کا تجزیہ مادّی حالات کے زیراثر کرتے ہیں ۔اور تنقیدی نتائج اخذ کرتے ہیں ۔وہ سمجھتے ہیں کہ سماج کے مادی حالات سے متاثر ہوئے بغیر کوئی تخلیق فنکارانہ اور مقبول شکل اختیار نہیں کرسکتی، وہ ادب کو سماجی زندگی کی کشمکش کا اظہار اور ترجمان سمجھتے ہیں ۔

"ادب کی سماجی اہمیت اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتی جب تک ہم ادیب کو باشعور نہ جانیں" (ذوق ادب اور شعور ۔ص ۱۰۴)

"وہ ادیب ہو یا نقاد سماجی حقائق کو سمجھے بغیر ذمہ داری کے ساتھ ان کی ترجمانی کا دعویٰ نہیں کرسکتا" (مضمون تنقید نظریہ اور عمل، صفحہ ۳۸/۳۹)

احتشام حسین ادب کو زندہ متحرک اور ارتقاء پزیر سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں صحیح معنوں میں وہی ادب ہے جو زندگی کی گتھیاں سلجھائے۔ اس کو صحیح سمت دکھائے لیکن ادب بغیر تنقید کے وجود میں نہیں آتا۔ جب تک نقاد اپنے منصب سے پوری طرح واقف نہ ہو نقاد کی اپنی نظر، اپنی بصیرت ہوتی ہے، اور اس کی نظر عالمی ادب پر گہری ہو، عصر حاضر کے تقاضوں سماجی حالات تغیر و تبدلِ زمانہ پر گہری نظر رکھتا ہو۔ احتشام حسین چونکہ ادب کو محض فنی حیثیت سے پرکھنا کافی نہیں سمجھتے بلکہ ان تمام تعلقات اور اثرات کو پیش نظر رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ جو فنکار کی شخصیت اور اس کے ذہن کو متاثر کرتے ہیں کہتے ہیں۔

(۱) "جو نقاد اس نظریہ تنقید (مارکسی) کو اپناتے ہیں وہ روحِ عصر سماجی نفسیات۔ عمرانیات۔ یعنے ان تمام باتوں پر نگاہ رکھتے ہیں جو طبقاتی سماج، میں پیداوار کی بنیادوں فکری اور فلسفیانہ حیثیت سے وجود میں آتی ہیں " (تنقیدی جائزے صفحہ ۲۹)

(۲) " نقاد کبھی غیر جانبدار نہیں رہ سکتا، اس کا منصب ہی یہ ہے کہ وہ ادیب کے حرکات تحریک کا پتہ لگائے ان سرچشموں کا منبع تلاش کرے جہاں سے ادیب نے زندگی حاصل کی ہے۔ اس فلسفہ کو ڈھونڈھ نکالے جو ادیب کے خیالوں کو ایک مربوط شکل میں پیش کرنے کا ذریعہ بنا" (صفحہ ۲۷ تنقید اور عملی تنقید)

تنقید کا مقصد کسی ادبی تحریر کی صرف فنی خوبیوں کا واضح کر دینا یا فنکار کے متاثر کن جذبوں کا بیان کر دینا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا کام ادب کی حیثیت افادیت پر غور و فکر کرنا زندگی اور ادب کے اس رشتے کو سمجھنا ہے، جس نے دونوں کو ایک ہی تہذیبی قدر بنا دیا، تنقید کو وہ ادب کا قدیم فن تصور کرتے ہیں، ایک جگہ لکھتے ہیں۔

(۱) تنقید کا وجود علمی دنیا میں ایک فن کی حیثیت سے بہت قدیم ہے جو سماجی ضرورتوں، اور تقاضوں کے لحاظ سے بدلتا ہے" (روایت و بغاوت)

(۲) اصول نقد پر غور کرتے ہوئے ان تاریخی قوتوں کو ہمہ وقت پیش نظر رکھنا چاہیئے، جن سے ادب وجود میں آتا ہے۔۔۔اصول نقد کا تعین کرنے میں تحقیق کے ہر گوشے تک نگاہ کو جانا چاہیئے ہر علم سے مدد لے کر ادب کو سمجھنا چاہیئے۔۔۔" (ادب اور سماج)

1.2.5 احتشام حسین اپنی نظریاتی بحث سے براہ راست ادبی تنقید کے موضوع و مواد پر بزور قلم لکھتے ہیں وہ اپنے فلسفیانہ ذہن، حکیمانہ شعور اور علمی خزانہ سے سارے مسئلے واضح کرتے ہیں۔ ادبی تنقید کے مسائل اصولِ تنقید، تنقید اور عملی تنقید، تنقید نظریہ اور عمل وغیرہ پر انہوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اور ساتھ ہی تنقید کے موضوع مواد اور ہیئت پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ مواد و ہیئت میں دونوں کے تعلق پر کافی طویل بحث ملتی ہے۔ دونوں کے اتحاد کو فن کا دوسرا نام تصور کرتے ہیں۔ اسکے باوجود بھی وہ کہتے ہیں کہ ترقی پسندوں کا زاویہ نظر" کسی حالت میں ہیئت و اسلوب کو مواد پر اہمیت دینے کے لئے آمادہ نہیں ہوسکتے "(صفحہ ۱۳۳۔ تنقیدی جائزے) اس نظریہ پر خلیل الرحمٰن اعظمی اپنی رائے یہ دیتے ہیں کہ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ احتشام حسین مواد کو تخیلی اور حسی تجربے سے الگ کر کے اسے سادہ اور اکہری صورت میں دیکھتے ہیں۔ جب مواد اور ہیئت میں کسی ایک کا پلہ بھاری ہوگا تو فن پارے کی تخلیقی حیثیت ہمیشہ مشتبہ رہے گی اور اسے حقیقی ادب ماننے میں تامل ہوگا چاہے یہ پلہ مواد کی طرف جھکا ہو یا ہیئت کی طرف" (اردو میں ترقی پسند ادبی تحریک ۳۰۵)

احتشام حسین نہ تو تخیل کے قائل ہیں اور نہ ادب میں کسی ابدی رنگ کے ان کے نزدیک چونکہ کائنات اور اس کی ہر چیز تغیر پذیر ہے اس لئے ادب میں مستقل اور پائدار قدروں کی تلاش ایک رجعت پسندانہ تصور ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ احتشام حسین ادب کو تاریخی تسلسل

مادی وسائل اور معاشرتی زندگی کا تغیر سمجھتے ہیں۔ احتشام حسین نظریاتی تنقید میں مارکسی ضرور ہیں ،مگر عملی تنقیدی میں ان کا انداز نقد نہایت سائنٹفک ہے،وہ ادب میں تاریخی اور سماجی حقیقت پسندی اور مارکس کے جدلیاتی نقطہءنظر کے حامی ہیں وہ اسی طرز فکر کو سائنٹفک بتاتے ہیں۔

"سائنٹفک نقطہءنظر وہ ہے جو ادب کو زندگی کے معاشی معاشرتی اور طبقاتی روابط کے ساتھ متحرک اور تغیر پذیر دیکھتا ہے یہ ایک ہمہ گیر نقطہءنظر ہے اور ادبی مطالعے کے کسی اہم پہلو کو نظر انداز نہیں کرتا
"(تنقیدی نظریات ،حصہ اول)

احتشام حسین کی تنقیدی فکر مارکسی حدود میں محصور نہیں بلکہ مجموعی حیثیت سے انہوں نے اردو تنقید کے فکر اور فن میں اضافے کئے ہیں۔ ادبی مسائل کو اپنی فکری بصیرت کی روشنی میں سلجھایا ہے۔انہوں نے اردو ادب کو اپنی تنقیدی فکر کا ایک رجحان عطا کیا ہے،ادب اور سماج کے گہرے تعلق اور ادیب کے لئے شعور نظریہ کردار کی لازمی ضرورت کو محسوس کر کے نمایاں طور پر پیش کیا۔ مارکسی نظریہ تنقید کے ان پر اثرات ہونے کے باوجود وہ غالب اقبال جیسے عظیم شعراء کی عظمت کا احساس بھی رکھتے ہیں۔

1.2.6 نظریاتی تنقید کے سلسلے میں ان کی کوئی مکمل تصنیف یا تالیف تو نہیں ہے مگر تنقیدی نظریات دو جلدوں میں مرتب کی ہے اور نظریاتی تنقید پر بحث کے سلسلے میں انہوں نے قاصے مضامیں لکھے ہیں کہ اگر انہیں اکٹھا کریں تو ایک مبسوط تصنیف تیار ہو سکتی ہے۔اور ان کی تنقیدی فکر کا واضح اور مکمل ثبوت بھی مل سکتا ہے۔ویسے بھی اصول تنقید پر اردو تنقید میں کوئی مستقل تصنیف شاید ہی ملتی ہو مگر اصولِ نقد پر مختلف مصنفین کے لکھے ہوئے مختلف مضامین کو احتشام حسین نے تنقیدی نظریات کے نام سے دو جلدوں میں مرتب کیا ہے۔ان کا یہ کارنامہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اصول ونظریات جو انہیں پسندر ہے اور وہ انہی اصول ونظریات کی

روشنی میں ادب کو پرکھتے ہیں اور دوسروں کو پرکھنے کی دعوتِ فکر دیتے ہیں۔ ان کے یہاں انگریزی مفکرین کے بھی نام ملتے ہیں۔ جیسے ویلک ہائی مین، لوکاچ، ایلیٹ، آئی اے رچرڈس وغیرہ وہ ان کی تنقیدی فکر سے متاثر بھی ہیں اور کہیں کہیں اختلاف بھی رکھتے ہیں۔ احتشام حسین کے تنقیدی مباحث اور نظریئے اردو تنقید میں حرف آخر نہیں بلکہ نئے ادیب کے لئے یہ مشعلِ ہدایت ہے۔ انہوں نے اردو تنقید کو فلسفیانہ نقطہء نظر سے جانچا ادبی اور سماجی اہمیت کو پرکھا اپنے اسلوب کی تازگی سے اردو تنقید کو جمالیاتی نفسیاتی فنی تشریحی توضیحی الجھنوں سے نکالکر سائنٹفک نظریہ تنقید سے جلا بخشی۔

بلاشبہ احتشام حسین نے تنقید میں جس طریقِ کار کو جس خوش اسلوبی سے برتا وہ اپنی مثال آپ ہے، انہوں نے تنقید کو گہرائی بھی دی اور وسعت بھی، اس کا رشتہ گہرے استدلال، تجزیے، سماجی شعور عصری بصیرت سے استفادہ کیا ادب کیا ہے؟ ادب کی ماہیئت اور افادیت کیا ہے؟ تنقید کیا ہے؟ نقاد کا منصب کیا ہے؟ تنقید اور سماج میں کیا تعلق ہے۔؟ تنقید پر ماحول کس طرح اثر انداز ہوتا ہے؟ یہ اور اس طرح کے بہت سے مسائل اور مباحث ان کے مضامین میں آئے ہیں، ان کا ذوق ادب اور شعور فنکار ادب اور سماج کو بڑی دقتِ نظر سے دیکھتا ہے۔ اور ادبی افکار و مسائل کو بڑی بصیرت کے ساتھ حل کرتا ہے۔ بہر حال احتشام حسین کے نظریاتی مباحث اردو تنقید کا گنج ہائے گرانمایہ ہیں۔ انہوں نے اردو تنقید کو نہ صرف وسعت دی بلکہ اسے بام عروج پر پہنچایا۔

اپنی معلومات کی جانچ اور نمونہ جواب:

سوال ۱: احتشام حسین کے تنقیدی نظریات کا جائزہ لیجئے۔

سوال ۲: احتشام حسین بہ حیثیت نقاد کا مقام متعین کیجئے۔

جواب: سوال ۱ اور ۲ کے لئے 1.2 اور 1.2.6 کے تحت دیکھئے۔

1.3 مضمون: تنقید نظریہ اور عمل: (احتشام حسین)

تنقید کا بنیادی کام کسی فن پارے کے محاسن و معائب کی پرکھ ہے۔ اس پرکھ کے سلسلے میں کیا تنقید میں نظریہ کی اہمیت اور ضرورت ہے؟ کیا نظریہ ادبی تفہیم کے سلسلے میں ہماری مدد کرتا ہے؟ یا رکاوٹ کا سبب بنتا ہے۔ تنقید نظریہ اور عمل کی بحث میں ایسے سوال اٹھائے جا سکتے ہیں۔ اور جب تنقید کی نوعیت سے متعلق غور کیا جائے تو اس کا سلسلہ ادب کی ماہیئت تک پہنچ جاتا ہے کیونکہ ادب اور تنقید کا رشتہ بہت گہرا اور مربوط ہے ادب کے تخلیقی عمل ہی میں تنقیدی عمل بھی کارفرما ہوتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔ تخلیقی ادب پیدا کرنے والے کی تنقیدی صلاحیت اسے اپنے خیالات اور تجربات کو عمدہ طور پر پیش کرنے میں مدد و معاون ہوتی ہے۔ یہ صلاحیت جتنی قوی ہوگی تخلیقی کارنامہ اتنا ہی وقیع ہوگا۔ اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ ادب اور نقاد دونوں ادراکِ حقیقت کے مختلف طریقے استعمال کرتے ہیں۔

ادب اور تنقید کا تعلق نظریہ اور عمل کے تعلق کی نوعیت رکھتا ہے، نظریہ تصورِ حیات کو کہتے ہیں۔ جس کے لئے انگریزی لفظ آئڈیالوجی کا استعمال ہوتا ہے۔ اور ہر ادبی تخلیق کا ایک جزو ترکیبی ہوتا ہے۔ اور خالص سے خالص فنکاری میں بھی اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اور ہر قابل ادبی تخلیق کا ایک Vision (یعنے نظریہ) ہوتا ہے، جو فنکار کے اس نقطۂ نظر کی تشکیل کرتا ہے۔ جس کے مطابق وہ حیات و کائنات کے حقائق و مظاہر کا مشاہدہ وہ مطالعہ کرتا ہے۔ اور نقطۂ نظر یعنے (Point of Vision) کسی تصور یعنے (Concept) کے تحت ابھرتا ہے۔ غرض تنقید نظریہ اور عمل کا ادب سے وہی تعلق ہے جو روح اور جسم سے ہوتا ہے۔ ادب کی تخلیق میں نظریہ ہمیشہ اس کے لئے بنیادی ستون کی حیثیت سے رہا۔

1.3.1 ادب کے مطالعے کے وقت اس پہلو کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ ادب نازک لطیف پیچیدہ اور تخئیلی ہونے کے باوجود انسانی دنیا سے ماوراء نہیں ہوسکتا اس کی بنا عام صداقتوں پر ہوتی ہے، اسی وجہ سے ادب اور تنقید میں اصل رشتہ قائم ہوتا ہے۔ جس طرح بغیر زندگی کے شعور وادراک کے اچھا ادب پیش نہیں کیا جا سکتا اسی طرح تنقید کے اچھے اصول ادب کے مطالعے کے بغیر اخذ نہیں کئے جاسکتے۔ تنقیدی اصول ادب سے وضع کئے جاسکتے ہیں۔ ادب کے تقاضے وہی ہیں جو زندگی کے تقاضے ہیں۔ جب انسانی زندگی میں تبدیلیاں آتی ہیں تو ادب اور نظریات میں بھی تبدیلیاں آجاتی ہیں۔ انسانی حواس کا ارتقاء خود سماجی ارتقاء کا پابند ہوتا ہے۔ ادیب اور نقاد کو سماجی حقائق سے واقفیت لازمی ہے۔ جب ادراک حقیقت اور حسنِ اظہار میں ہم آہنگی ہو تو ادیب اور نقاد دونوں میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہوگا۔

ادب خلا میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ زندگی کے بطن سے جنم لیتا ہے اسکے آغوش میں پھلتا پھولتا اور پروان چڑھتا ہے۔ ہر تخلیق زندگی سے زندگی حاصل کرتی ہے۔ ادب دل بہلاوے کی چیز نہیں بلکہ انسانی تہذیب کا اعلیٰ ترین مظہر ہے۔ ادیب ہو یا شاعر اپنے عہد کی تہذیبی و سماجی کش مکش سے خود کو الگ نہیں رکھ سکتا۔ تاریخی ردوبدل سے جو اثرات پیدا ہوتے ہیں، ان سے کنارہ کشی اختیار نہیں کرسکتا۔ حسن خیر اور صداقت کی طلب وجستجو اس کا منصب ہے۔ اس کا شعور واحساس زندگی کے رموز کا انکشاف کر کے حقیقت مطلق کی تلاش کرتا ہے۔ وہ زمانہ کے حالات کے تابع ہوتا ہے۔ اس کے خیالات جذبات اور تجربات سب کا سلسلہ اس عہد کے مادّی حالات وعوارض سے مل جاتا ہے۔

1.3.2 ادب میں تبدیلیاں خارجی حالات اور مادّی تغیرات کے ردّعمل کے طور پر نمو دار ہوتی ہیں، ادب تفسیر حیات بھی ہے اور تنقید حیات بھی زندگی کی طرح متحرک اور تغیر پذیر بھی۔ اگر چہ ادب کی تخلیق کا بنیادی تعلق فنکار کی شخصیت، اس کی افتادِ طبع اسکے محسوسات و

تجربات کی نوعیت سے ہے۔ اس میں اس کی انفرادی کوششوں کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ لیکن اس کے تجربات میں دوسرے بھی شریک ہوتے ہیں۔ اس کے تجربات ومحسوسات جس قدر حقیقی اور فطری ہوں گے۔ ان کی جڑیں زندگی میں جتنی گہری ہوں گی ان کا تعلق اس کی شخصیت سے جتنا فطری ہوگا۔ اسی قدر ادب میں تاثیر پیدا ہوگی۔

زندگی کے ہر شعبہء کی طرح ادب کے لئے بھی تنقید اور تنقیدی شعور ناگزیر ہے۔ ادب سے سروکار رکھنے والی تنقید کو ادبی تنقید کہا جاتا ہے۔ ادب میں تنقید کی دو صورتیں ہیں ایک وہ تنقید ہے جو فن پارے کی تخلیق میں فنکار کی مدد کرتی ہے اور دوسرے تنقید وہ جو تخلیق کے مکمل ہو جانے کے بعد اس فن پارے اور اس کے دیکھنے اور پڑھنے والے کے درمیان رابطے کا کام دیتی ہے۔

تنقید اور نقاد کے منصب کے سلسلے میں مختلف رائیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ بعض نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ نقاد کا کام ادب کے متعلق فیصلہ کن انداز میں رائے دینا نہیں ہے بلکہ ان کیفیات کی باز آفرینی ہے جو ادیب پر تخلیق کے دوران طاری ہوئی تھیں۔ اس طرح کے خیالات کا اظہار تاثر پسند نقاد کرتے ہیں۔ اس دبستان کے نقادوں میں والٹر پیٹر، آسکر وائیلڈ اور اسپنکارن کے نام بڑے اہم ہیں۔ والٹر پیٹر، کے خیال میں ہر چیز دماغ اور حواس پر تاثرات کے نقوش چھوڑ جاتی ہے۔ ادب اور فن کا کام اس پر انہیں تاثرات کے نقوش کو ثبت کرنا ہے۔ اس لئے تنقید کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ وہ ان نقوش کا فنکارانہ طور پر اظہار کرے۔

1.3.3 اگر تنقید کو فن کی تخلیق نو سے تعبیر کیا جائے تو کیفیات وتاثرات کی باز آفرینی ٹھہرایا جائے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی فن پارے کے بارے میں اپنا تاثر پیش کرتے ہوئے کسی تخلیق کار کے دوران تخلیق جو ارتسامات تھے ان کو ازسرِ نو کیسے نمایاں کیا جائے۔ کیا ان سب کیفیات کی باز آفرینی ممکن ہے۔ ایک تنقید نگار کسی فن پارے کے معائب ومحاسن کا پتہ لگاتا ہے

اور فن پارے کو ہر زاویئے سے دیکھتا ہے، اور تمام تر باریکیوں سے آگاہی حاصل کرتا ہے۔ پھر اس سے آگے بڑھ کے وہ فنکار کو سمجھنے اور اس کے ذہن میں اترنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ اس کے عہد اور ماحول کا جائزہ لیتا ہے۔ گویا وہ ادب اور فن کی دنیا کا کولمبس ہے۔ ادیب ہو یا نقاد اپنے ماحول سے بے تعلق نہیں رہ سکتا۔ اس کے شعور کی تشکیل، اور ترتیب میں خارجی مادی اور سماجی عناصر کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ اسلئے نقاد کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ ادیب کے محرکاتِ تخلیق کا پتہ لگائے۔ اس کے سماجی شعور کا جائزہ لے۔ اس کے خیالات کا تجزیہ کرے۔ تخلیق کی قدر و قیمت متعین کرے۔ یہ اہم فریضہ محض تاثر کے اظہار سے ممکن نہیں۔ نقاد میں خود ایک تخلیقی قوت درکار ہوتی ہے۔ جو تنقید کو بھی ادب کی حیثیت عطا کرتی ہے۔

1.3.4 بعض نقاد ادب کا مطالعہ قومی مزاج کی روشنی میں کرتے ہیں۔ کچھ اصنافِ ادب کا مطالعہ ان اصناف کی حد بندیوں کے پیشِ نظر کرتے ہیں، یہ نظریہ بھی زیادہ قابلِ قبول اس لئے نہیں ہے۔ کہ محض ساخت اور ہیئت کی بنیاد پر ادب کی قدر کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔

بعض نقاد تقابلی مطالعہ کو تنقید میں زیادہ اہمیت دیتے ہیں، اس سے بھی کارآمد نتائج سامنے نہیں آتے کیونکہ تقابلی مطالعہ کرتے ہوئے، بہت سے پہلو سامنے آتے ہیں۔ سب کا احاطہ کرنا ناممکن ہے ادب کا مطالعہ موضوعات کے اعتبار سے بھی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ادب کو دو حصوں میں کلاسیکی اور رومانی میں یعنی ہر ادیب و شاعر کو اس چوکھٹے میں بٹھانے کی کوشش بھی ہوتی ہے تحقیقی میلان رکھنے والے صرف لفظی مطالعے کو زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔

1.3.5 یوں تو ادب کی تفہیم اور پرکھ کے لئے ہر عہد میں ایک سے زائد تنقیدی نظریات سے کام لیا جاتا رہا ہے۔ اور ادیب و شاعر اور ان کی تخلیقات کے مختلف گوشوں کی طرح طرح سے وضاحت کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے میں تنقید کے کچھ نئے رجحانات اور نظریات سامنے آئے ہیں۔ جن کی وجہ سے تنقید کے مختلف دبستان وجود میں آتے

ہیں۔مثلاً جمالیاتی تاثراتی تحقیقی، تجزیاتی، مارکسی ،نفسیاتی، تاریخی، سائنٹفک دبستان وغیرہ،ان مذکور دبستان کی اپنی الگ الگ خصوصیات ہوتے ہوئے بھی کسی حد تک باہم پیوست اور مربوط ہیں۔ کیونکہ ان علیحدہ علیحدہ نظریوں کی اپنی ایک خصوصیت ہے اور نقاد جب کسی موضوع پر عمیق مطالعہ کے بعد اظہار خیال کرتا ہے تو وہ لاشعوری طور پر کسی نہ کسی نظریہ حیات کا علمبردار بن جاتا ہے۔

ادبی تنقید میں نفسیاتی مطالعہ کی اہمیت پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔نفسیاتی مطالعہ کے بھی کئی پہلو ہوسکتے ہیں۔ادیب اور شاعر کی سوانح عمری کے پیش نظر اس کی تخلیقات کا جائزہ کسی صنف اور اس کے تخلیقی کارناموں کا نفسیاتی مطالعہ تصنیف کے کرداروں یا موضوع کا مطالعہ وغیرہ نفسیاتی دبستانِ نقد کے متعلق احتشام حسین لکھتے ہیں:

"ان تجزیہ نفس کرنے والوں نے ادب کو عجیب معمہ بنادیا ہے جس کا تعلق شعور سے ہے ہی نہیں، ادبیات کا یہ مطالعہ بھی غیر سماجی ہے اور ادیب کے شعور اور مقصد کو نظر انداز کر کے ادب اور ادیب کی سماجی اور تہذیبی اہمیت سے انکار کرتا ہے"،

1.3.6 نقادوں کا ایک گروپ ادب کو تاریخی نقطہء نظر سے دیکھنے کا قائل ہے۔اس زاویہء نظر سے دیکھنے والے کسی ادبی تخلیق کا مطالعہ کرنے سے پہلے ادیب اور ادبی تخلیق کے سماجی اور معاشرتی حالات کے مطالعے کو ضروری سمجھتے ہیں۔وہ یہ دیکھتے ہیں کہ زمانے کے اثرات کس حد تک تخلیق پر اثر انداز ہوتے ہیں۔وہ ادب کو نسلی خصوصیات کا آئینہ ملکی معاملات کا ترجمان اور عوامی میلانات کا عکاس سمجھتے ہیں۔اس سلسلے میں احتشام حسین لکھتے ہیں؛

" کبھی کبھی اس نقطہء نظر سے دیکھنے والے ادبی کارناموں کا اچھا تجزیہ کر لیتے ہیں، لیکن یہ نقطہء نظر خود تاریخی حقائق کا تجزیہ کرنے میں ناکام رہتا ہے، اور سماجی ارتقاء کے بنیادی اصولوں کو نظر انداز کردیتا ہے"۔

1.3.7 یہی بات ہے کہ وہ نقاد کے لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ ادب کو سماجی معاشی سیاسی تناظر میں پرکھے اور اس کی قدر متعین کرے۔ فن کار کا ماحول جس میں رہ کر اپنے فن کی تخلیق کرتا ہے، معاشی اور معاشرتی حالات جن سے وہ دوچار ہوتا ہے۔ ان سب کا جائزہ سائنٹفک تنقید کا طریق کار رہا ہے۔ یہ نظریہ ادب کو زندگی کے معاشی معاشرتی اور طبقاتی روابط کے ساتھ متحرک اور تغیر پذیر دیکھتا ہے۔ احتشام حسین نے اسی نقطۂ نظر پر زیادہ زور دیا ہے، لکھتے ہیں؛

> "یہ ایک ہمہ گیر نقطۂ نظر ہے اور ادبی مطالعہ کے کسی اہم پہلو کو نظر انداز نہیں کرتا، جو نقاد اس نظریہ تنقید کو اپناتے ہیں وہ روح عصر، سماجی، نفسیات، عمرانیات، یعنے ان تمام باتوں پر نگاہ رکھتے ہیں، جو طبقاتی سماج میں پیداوار کی معاشی بنیادوں کے اوپر فکری اور نفسیاتی حیثیت سے وجد میں آتی ہیں۔۔۔۔"

سائنٹفک تنقید فنکار اور ادب سے متعلق تمام پہلوؤں کو زیر بحث لاتی ہے، جہاں وہ فن پارے کا تجزیہ کرتے ہوئے فنکار کی شخصیت جمالیاتی اقدار کو پیش نظر رکھتی ہے۔ وہیں سماجی تغیرات اور حالات کی روشنی میں فنی تخلیق کا تجزیہ کرتی ہے۔ اسلوب احمد انصاری نے اس نظریئے کی حمایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> "سائنٹفک نظریہ تنقید ادب کی تخلیق کو مخصوص تاریخی اور مادّی حالات کی پیداوار سمجھتا ہے وہ مظاہر کے تجزیئے میں اندرونی کش مکش ارتقاء اور حرکت پر نظریں جماتا ہے۔ وہ ادب کو جماعتی سمجھتا ہے۔ وہ مواد و ہیئت کی تقسیم اور امتیاز کو تسلیم نہیں کرتا۔ وہ مواد کو ہیئت پر ترجیح دیتا ہے۔ وہ ادب میں جمود اور روایت پرستی کے خلاف ہے اور نئے نئے تجربوں کو ادب کی صحت مندی

کے لئے ضروری سمجھتا ہے ۔ سائنٹفک نظریئے کو صحیح تسلیم کرنے والا نقاد سماجی حقیقتوں اور تصوراتی تخلیقات کے درمیان رشتہ قائم رہتا ہے"

1.3.8 عملی تنقید

نظریات تنقید کا استعمال ہے اور نظریئے شعر و ادب کے تجزیئے کے دوران پیدا ہوتے ہیں، اس طرح تخلیق و تنقید میں زیادہ فرق نہیں رہتا، تخلیقی ادب میں نظریہ واضح ہوسکتا ہے لیکن اگر پردہ رہے تو بہتر سمجھا جاتا ہے ۔ کیونکہ ادب کی جان بہر حال تمثیل استعارہ رمز و ایما ہے۔ ان کے بغیر یا ان کو نظر انداز کر دینے سے فکر و نظر کی تاثیر ان کی جذباتی اپیل ان کی قوت اور طاقت محدود رہتی ہے ۔ اسلئے تخلیقی ادب میں تو نظریہ تخلیقی آداب اور تقاضوں کے مطابق ہی آسکتا ہے ۔ مگر تنقیدی ادب میں نظریہ کا براہ راست احساس ضروری ہے، نقاد علم و دانش کے تمام شعبہ جات میں یکساں ماہر نہیں ہوتا لہذا اپنی بات میں وزن و وقار بنائے رکھنے کے لئے وہ کسی ایک طریقہء کار کو اپناتا ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ ایک نقاد جس قدر زیادہ تنقیدی نظریات اور ان کی دوسری شاخوں اور دبستانوں کا علم ہوگا وہ اتنی ہی معتبر رائے دے سکے گا غرض اس مضمون میں نظریاتی اور عملی تنقید کے مختلف پہلو زیرِ بحث آگئے ہیں۔

اپنی معلومات کی جانچ اور نمونہ جواب:

سوال ۲: مضمون تنقید نظریہ اور عمل میں احتشام حسین کے خیالات کا احاطہ کیجئے۔

جواب کے لئے 1.3 سے 1.3.8 کے تحت دیکھئے۔

1.4 خلاصہ:

اس اکائی میں، ہم نے آپ کو احتشام حسین کی تنقیدی فکر طرز تحریر اور ان کے ایک مضمون تنقید نظریئے اور عمل کے بارے میں واقف کرایا اغراض و مقاصد اور تمہید کے تحت آپ نے اس

اکائی کے خاکے کے سلسلے میں معلومات حاصل کیں۔ آپ کےعلم میں آچکا کہ احتشام حسین کی تنقید نگاری ان کا اسلوب اور تنقید میں مختلف نظریئے اور عملی تنقید کیا ہے۔ان موضوعات پر اس اکائی کے ذریعہ آپ نے تفصیلی طور پر آگہی حاصل کی۔آپ نے اپنی معلومات کی جانچ بھی کی آخر میں نمونہ امتحانی سوالات مشکل الفاظ کے معنی اور سفارشی کتب کا حوالہ بھی دیا گیا،توقع ہے کہ آپ ان سے استفادہ کریں گے۔

1.5 نمونہ امتحانی سوالات:

ا۔احتشام حسین کے تنقیدی نظریات کا جائزہ لیجیے۔

۲۔احتشام حسین بہ حیثیت نقادان کا مقام متعین کیجیے۔

۳۔مضمون: تنقید نظریہ اور عمل میں احتشام حسین کے خیالات کا احاطہ کیجیے۔

۴۔احتشام حسین کے اسلوب کا جائزہ لیجیے۔

1.6 فرہنگ:

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
دبستان	اسکول، درس گاہ، مکتب	استفادہ	حاصل کیا ہوا
تخلیق	تعمیر، تشکیل Creat	رجحان	میلان،
تغیّر	تبدیل	ہیئت	ساخت
اصولِ نقد	تنقید کے اصول	نشاط	خوشی
تخّیل	خیال	ہمہ گیر	مضبوط
بام عروج	بلندی پر، ترقی پر	پیوست	جڑے ہوئے
مربوط	مضبوط	دانش	عقل مند

1.7 سفارشی کتب:

ا۔اردوادب کے تین نقاد	سیدنواب کریم
۲۔تنقیدی تناظر	قمر رئیس
۳۔نقطہ ءنظر	عبدالمغنی
۴۔تنقیدی نظریات (حصہ اول)	احتشام حسین
۵۔تنقیدی تصورات کی تاریخ	محمد حسن
۶۔تنقیدی مطالعہ	شارب ردولوی

بلقیس بانو۔ایم

سینئیر لکچرر، شعبہ ءاُردو، کے ایس او یو، میسور

اکائی ۲: مضامین: تخلیق وتنقید اور تحقیق وتنقید:

ساخت:

2.0 اغراض ومقاصد

2.1 تمہید

2.2 مضمون: تخلیق وتنقید

2.3 مجنوں گورکھپوری کا تعارف

2.4 مضمون: تحقیق وتنقید

2.5 سید عبداللہ کا تعارف

2.6 خلاصہ

2.7 نمونہ امتحانی سوالات

2.8 فرہنگ

2.9 سفارشی کتب

2.0 اغراض ومقاصد:

اس اکائی کو مکمل کر لینے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے:

- ☆ تخلیق وتنقید کی افادیت واہمیت
- ☆ مضمون نگار کا تعارف
- ☆ تحقیق وتنقید کی اہمیت اور مضمون نگار کا تعارف پیش کر سکیں۔

اور تنقید، تحقیق وتخلیق کے باہمی ارتباط کا اپنے طور پر جائزہ لے سکیں۔

2.1 تمہید:

اس اکائی میں مضمون تخلیق وتنقید کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور مضمون نگار کا تعارف بھی پیش کیا گیا ہے، اسی اکائی میں دوسرا مضمون تحقیق وتنقید کی افادیت واہمیت کو واضح کیا گیا ہے، اور مضمون نگار کا اختصار کے ساتھ تعارف بھی پیش کیا گیا ہے اور ساتھ ہی تنقید تحقیق وتخلیق کی ادب میں اہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، اس تمام تفصیل سے آپ اس اکائی کے مطالعے سے معلومات حاصل کریں گے۔

2.2 مضمون: تخلیق وتنقید: مجنوں گورکھپوری:

تنقید کا مطالعہ کرتے ہوئے کئی سوال سامنے آتے ہیں، مثلاً تنقید کیا ہے؟ وہ کیا عناصر ہیں جن کے بغیر تنقید، تنقید نہیں رہتی؟ تنقید اور تخلیق میں کیا رشتہ ہے؟ کیا تنقید اور تخلیق ایک ہی قوت کے دو پہلو ہیں،؟ کیا فنکار شاعر اور نقاد کے درمیان کوئی فرق ہے؟

غور سے دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایک بہترین تخلیق عمدہ تنقیدی شعور کے بغیر ناممکن ہے ایک شاعر کی ذات میں ایک نقاد چھپا ہوا ہوتا ہے، جو اس کے تخلیقی عمل کے دوران اس کا رہبر و رہنما ہوتا ہے۔ وہ زندگی کے بے شمار مظاہر اور تجربات میں سے چند ایک کا انتخاب کرتا ہے۔ اور پیکرِ الفاظ میں ڈھال کر فنی شکل عطا کرنے تک اسے بڑی ہی جان فشانی اور عرق ریزی کرنی پڑتی ہے۔ شاعر کا یہ تمام عمل اس کے تنقیدی شعور ہی کا رہین منت ہوتا ہے، اگرچہ شعر کہنا اور بات ہے اور شعر پرکھنا اور بات کیونکہ یہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہر شاعر اچھا نقاد ہو اور شعر کا پارکھ بھی اور یہ بھی ضروری نہیں کہ نقاد میں شعر کہنے کی صلاحیت موجود ہو۔ تاہم کوئی شخص اس وقت تک شاعری پر کما حقہ تنقید نہیں کر سکتا، جب تک کہ وہ فن

شاعری کے اصولوں اوراس کے اسالیب سے آگاہ نہ ہو۔ ایک شاعراس وقت تک بڑا شاعر نہیں ہوسکتا، جب تک اس میں اعلیٰ پائے کا تنقیدی شعور کارفرما نہ ہو۔

2.2.1 اگرچہ تنقید اور شاعری کے دائرہ ہائے عمل مختلف ہیں، ایک نقاد اور شاعر میں جو بات مشترک ہوتی ہے وہ یہ کہ دونوں تخلیقی جوہر کے مالک ہوتے ہیں، لیکن دونوں کی افتادِ طبع مختلف ہوتی ہے۔ اس وجہ سے وہ اپنے تجربات کے اظہار کے لئے مختلف طریقہء ہائے کار استعمال کرتے ہیں۔ اس کے باعث ان کی تخلیقات کی نوعیت میں فرق ہوتا ہے، یہاں اس بات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ ہر صنف کا ایک خاص منصب ہوتا ہے، شاعری نہ صرف کلام موزوں کا نام ہے اور نہ تنقید محض نکتہ چینی یا مدح سرائی کا نام ہے، مجنوں گورکھپوری کہتے ہیں کہ:

> "شاعر کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ اساتذہ کے کلام کے بہترین نمونوں سے پوری واقفیت رکھتا ہو۔ اور فن شاعری کے اصول اور روایات کو اچھی طرح سمجھنے اور پرکھنے کے قابل ہو۔ شعرائے مَا سَلَفَ میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ شاعر اصول فن سے نابلد ہو یا اسلاف کے کلام کا قابل لحاظ حصہ اس کے مطالعہ سے نہ گزر چکا ہو۔ بہت سی مثالیں تو ایسی ملیں گی کہ شاعر نقاد بھی ہے اور شاعر بھی"۔

مجنوں کے ان خیالات سے پوری طرح اتفاق کرنا ذرا مشکل ہے۔ کیونکہ محض اساتذہ کے کلام سے واقفیتِ شاعری کے اصول و روایات کی آگہی سے کوئی شخص بڑا شاعر نہیں بن سکتا۔ ان چیزوں سے وہ استفادہ کرسکتا ہے۔ اپنی تخلیق کو بہتر بنانے کے لئے ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے سب سے اہم تو اس کا تجربہ اور اس کا شعور ہوتا ہے۔ بڑا فنکار دیدہء بینا رکھتا ہے۔ دانہ میں فرمن کا، گل میں گلستان کا، ذرّا میں صحرا کا قطرہ میں دجلہ کا نظارہ کرسکتاے۔ وہ زندگی کو کھلے ذہن سے مختلف زاویوں سے دیکھتا ہے۔ جذبے کے خلوص اور تجربات واحساسات کی شدت

کے بغیر شاعری ناممکن ہے، شاعر دوران تخلیق تجسّس دریافت اور انکشاف کے جانکسل مراحل سے گزرتا ہے۔ یہ مراحل ریاضت کے بغیر ممکن نہیں یہی بات ہے کہ بڑا ادب ابدیت سے مالا مال ہوتا ہے۔

2.2.2 دنیائے ادب میں ایسی کافی مثالیں ملیں گی کہ بہترین تنقیدی آراء پیش کرنے والوں کا کافی حصہ انہیں لوگوں کا ہے۔ جو خود بہترین تخلیق کار تھے۔ انگریزی ادب میں ڈرائڈن کولرج، ورڈسورتھ، میتھو آرنالڈ، ٹی ایس ایلیٹ کے نام پیش کئے جاسکتے ہیں، خود اردو کی تاریخ پر نظر رکھی جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہمارے بہترین شاعر بھی تھے، میرؔ، مصحفیؔ، میر حسنؔ، کے تذکرے اس ضمن میں پیش کئے جاسکتے ہیں، نقاد اور شاعر میں ایک ظاہری فرق ہے جو مجنوں گورکھپوری کے الفاظ میں:

> " نقاد عملاً تجزیہ اور تبصرہ کا زیادہ ماہر ہوتا ہے، شاعر عموماً اپنے فن کے اصول اور اسالیب کا غیر شعوری احساس رکھتا ہے، جو اس کی تخلیقی کوششوں میں بلاارادہ کام کرتا رہتا ہے"۔

شاعر اور نقاد دونوں زندگی کا شعور ادراک رکھتے ہیں اس کے باوجود دونوں میں بڑا فرق یہ ہے کہ ایک شاعر اس کی زندگی کے شعور و احساس کو تخلیقی پیکر میں ڈھالتا ہے لیکن نقاد اس شعور و احساس کو کسی تخلیقی سانچے میں ڈھالنے کے بجائے کسی تخلیقی اور زندگی کے شعور و احساس میں جو پیچیدہ رشتہ ہے۔ اس کی ماہئیت کا ادراک حاصل کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اس شعور و ادراک کو بھی تخلیقی عمل سے تعبیر کیا جاسکتا ہے کیوں کہ اس طرح نقاد فن پارہ کی از سر نو بازیافت کرتا ہے۔

2.2.3

نقاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک جامع تخیل رکھتا ہو۔ اور کہنے والے کی نفسیات کا ادراک بھی۔ اگر نقاد شعر کی روح تک رسائی حاصل کرنے سے محروم رہتا ہے، تو وہ اپنا اصل فرض بھی ادا نہیں کر سکتا۔ نقاد کا کام وہاں سے شروع ہوتا ہے۔ جہاں شاعر کی تخلیق شروع ہوتی ہے نقاد اور شاعر دونوں کو کائنات کے مظاہر زندگی کے خارجی اور داخلی کیفیات کا ادراک ہونا چاہیئے۔ دونوں کے لئے زندگی اور کائنات کے ارتقاء، ماضی حال اور مستقبل کے امکانات کا واضح تصور ضروری ہے۔ کیونکہ زندگی کوئی جامد چیز نہیں ادب بھی زندگی کی طرح تغیر پذیر ہے فن کاری کو جب زندگی کی ترجمانی کہا جاتا ہے۔ جب تخلیق جدید کہا جاتا ہے تو اس بنیادی نکتہ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، زندگی کے اس تصور میں ماضی، حال اور مستقبل ایک دوسرے سے جدا نہیں کئے جا سکتے، ٹی ایس ایلیٹ نے کہا تھا:

> " حال کے شعور میں ماضی کی پوری آگاہی کام کرتی ہے اور مستقبل کا تصور حال کے شدید احساس سے بے تعلق نہیں رہ سکتا ہے۔ نقاد اسی وقت اپنا فرض ادا کر سکے گا جب اس میں وہی شعور کارفرما ہو۔ جیسا کہ شاعر کے اندر ہوتا ہے۔ ورنہ وہ اس کی تخلیقی کوشش کی صحیح قدر و قیمت متعین نہیں کر سکے گا۔ اور نہ ہی تجزیے کے فرائض سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے "۔

بقول مجنوں گورکھپوری:

> " نقاد شاعر کا رفیق ہوتا ہے شاعر کو نقاد سے مدد ملتی ہے، وہ خود جس کام کو نہیں کر سکتا وہ نقاد اس کے لئے کرتا ہے۔ تنقید نئی تخلیق کے لئے شمع راہ بنتی ہے " (صفحہ ۱۵۹)۔

نقاد اور شاعر دونوں کے لئے ماضی کا مطالعہ حال کا مشاہدہ اور مستقبل کا تصور ضروری ہے، کیونکہ

اس کے بغیر وہ تاریخی بصیرت پیدا نہیں ہوسکتی ،جس کے بغیر نئ تخلیق قابلِ قدر نہیں رہتی ۔

2.2.4 تنقید کا تعلق تو ہمارے ادب کے ہر شاعر و ہر ادیب سے ہے وہ اپنی تخلیق کے متعلق دوسروں کی رائے جاننا چاہتا ہے ، اور پڑھنے والے کی خواہش اور اس کی رائے معلوم کرنے کی خواہش ہوسکتی ہے ۔ یہ خواہش خود فنکار کے دل میں پیدا ہوتی رہتی ہے ۔ اپنی تحسین سے لے کر دوسروں کی برائی بھلائی سننے کی ہنگامہ سازی تک اس کے بہت سے نفسیاتی اسباب ہوسکتے ہیں، اس لئے کسی نہ کسی شکل میں تنقید کا وجود ناگزیر ہوتا ہے ۔

لہذا یہ بات تو طے ہے کہ تنقید تخلیقی ادب کی ایک شاخ ہے اور یہ کسی طرح ادب کے دوسرے شعبوں مثلاً شاعری ، افسانہ ، ڈراما ، ناول اور کسی اور صنف ادب سے کم نہیں ہے ۔ یہ کہنا بے جا نہیں کہ ادب جماعت اور افراد کی زندگی کی نہ صرف تصویر ہے بلکہ اس کی تنقید ہے محاسن اور معائب کا صحیح اندازہ کرنا اور اس پر رائے قائم کرنا ، اصطلاح میں تنقید کہلاتا ہے ، ادب حیات انسانی کی ترجمانی کرتا ہے ، اور تنقید تخلیقی ادب کی ترجمانی کرتی ہے ۔

2.3 مجنوں گورکھپوری کا تعارف:

اردو کے ناقدین میں ایک امتیازی حیثیت کے حامل ہیں ۔ جنہوں نے اردو تنقید کی بنیاد کو مستحکم کیا ۔ ابتداء میں وہ تاثراتی تنقید نگار تھے ، وسیع مطالعہ تھا ۔ مشرقی اور مغربی علمائے سے اکتساب فیض کیا ، انہوں نے مارکس کے نظریات بھی قبول کئے اور ادب کو مارکسی نظریات کی روشنی میں دیکھنے کی سعی کی ۔ وہ مارکس کے جدلیاتی نظریہ کے تحت تخلیقات کا جائزہ لیتے ہیں ۔ وہ سماج کو ایک نامیاتی قوت تصور کرتے ہیں ، چونکہ ادب سماج کا عکاس ہوتا ہے ۔ اس لئے وہ ادب کو حُر کی قوت سمجھتے ہیں ۔ اور کئی ایک مضامین میں ادب اور زندگی کے رشتہ پر بھی

اچھی خاصی بحث کی ہے۔

1917ء کے انقلاب روس سے اردو شعر و ادب پر خاصہ اثر پڑا تھا، مجنوںؔ بھی متاثر ہوئے، اور ان کا نقطۂ نظر بالکل بدل گیا، اور وہ سائٹی فک تنقید کی طرف مائل ہو گئے۔ اور ترقی پسند دور کے نقادوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔ انہوں نے ادب اور ادیب کی سماجی اہمیت کا اعتراف کیا اور فرمایا کہ کوئی ادب اپنے زمانے کے حالات سے بیگانہ رہ ہی نہیں سکتا، مجنوں کے ادبی ذوق نے ان کی رہنمائی کی اور انہیں شدت کے ساتھ یہ احساس ہوا کہ مزدوروں اور کسانوں کی حمایت کے جوش میں ترقی پسند ادیب اور شاعر ادبی قدروں کو نظر انداز کر رہے ہیں، اور ان کے ہاتھوں ادب صرف پروپگنڈہ بن کے رہ گیا ہے، جب یہ بات ان پر پوری طرح روشن ہوگئی تو انہوں نے اسے گمراہی قرار دیا، اور اس کے خلاف آواز اٹھائی، انہوں نے بار بار کہا کہ ادب کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ ادب کے تقاضوں کو پورا کرے، کہتے ہیں:

"ادب میں "میں" کا عنصر یقیناً لازمی ہے، لیکن "ہم" کے شعور کو ایک لمحہ کے لئے بھی محو نہیں کیا جا سکتا" (ادب اور زندگی)

مجنوں کی تحریروں میں اس بات کا ضرور اندازہ ہوتا ہے کہ وہ دوسرے مارکسی نقادوں کی طرح ادب کو صرف زندگی کا ترجمان ہی نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک وہ زندگی کا نقاد ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ میتھو آرنالڈ کے نظریہ کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ مجنوں ادب کو بیک وقت واقعیت، تخلیقیت، جمالیت، اجتماعیت، انفرادیت، سب کا آئینہ دار مانتے ہیں، اور ہر ایک کی ناگزیری تسلیم کرتے ہیں وہ ادب میں سماجی عوامل اور روح عصر کی کارفرمائیوں کو محسوس کرنے کے باوجود ادب کے وجدانی ذوقی اور ماورائے عصر ہونے کے بھی قائل ہیں۔ ان کے خیال میں ادب حال کا آئینہ دار ضرور ہوتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ مستقبل کا اشاریہ بھی ہوتا ہے

۔بہر حال مجنوںؔ کا یہ دور سب سے کامیاب دور ہے، اور یہی وہ عہد ہے جو اردو تنقید میں ان کی بقائے دوام کا ضامن ہے۔ ان کی تنقیدی تخلیقات میں خصوصاً ادب اور زندگی تنقیدی حاشیے، نقوش وافکار، غزل سرا، تاریخ جمالیات نکاتِ مجنوں، دوش وفردا، وغیرہ ہیں۔

اپنی معلومات کی جانچ اور نمونہ جواب:

سوال ا: تخلیق وتنقید مضمون کی روشنی میں مجنوں کے خیالات پر روشنی ڈالیے۔

سوال ۲: تخلیق وتنقید کی ادبی اہمیت پر اظہار خیال کیجئے۔

سوال ۳: مجنوں گورکھپوری کی تنقید نگاری کا جائزہ لیجئے۔

جواب: سوال ا،۲، کے لئے 2.2 سے 2.2.4 تک اور سوال ۳ کے لئے 2.3 کے تحت دیکھئے۔

2.4 مضمون: تحقیق وتنقید: ڈاکٹر سید محمد عبداللہ:

تحقیق وتنقید کے متعلق ذہن میں کئی سوال آتے ہیں، تحقیق کیا ہے؟ تنقید سے اس کا کیا رشتہ ہے؟ تنقید میں تحقیق کی کیا ضرورت ہے؟ تحقیقی تنقید کیا ہے؟ کیا تنقید میں صرف تحقیق اور تحقیقی بصیرت، ہی اہم ہے؟

غور طلب بات یہ ہے کہ دونوں شعبہ یعنی تحقیق وتنقید ادبی اور علمی فن ہے ادب وزندگی کا ترجمان ہے تحقیق وتنقید کی اہمیت قدر وقیمت سے انکار ادب وزندگی کی اہمیت سے انکار ہے۔ یہ دراصل ادب، ہی کا ایک حصہ ہے۔بغیر تحقیق وتنقید کے کوئی ادبی کام آگے نہیں بڑھ سکتا، تنقید و تحقیق اور تحقیق وتنقید دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں تنقید و تحقیق کو دو حصے بتانا صحیح نہیں کیونکہ تحقیق عمل، ہی میں تنقیدی عمل کا گذر ہوتا ہے۔تنقید کے ساتھ تحقیق کے وجود نے ادب میں فن کی اہمیت اور افادیت کو بڑھا دیا ہے۔

2.4.1 تنقید جسے ہم انگریزی میں Criticism کہتے ہیں اس کا ماخذ یونانی لفظ ہے۔ جس کے معنی عدل یا انصاف یا فیصلہ صادر کرنے کے ہیں اردو میں عام طور پر اس کا مفہوم پرکھنا یا جانچنا لیا جاتا ہے۔ بقول ولیم ہنری ہڈسن William Henry Hudson.

"تنقید وہ ادب ہے جو ادب کے متعلق لکھا گیا ہو اور جس میں خواہ
ترجمانی کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ خواہ تعریف و توصیف کی یا تجزیہ
وتشریح کی شاعری ڈرامہ ناول راست ہستی سے بحث کرتے ہیں،
لیکن تنقید وہ ہے جو شاعری ناول اور خود تنقید سے بحث کرتی ہو"

تحقیق کے معنی کسی چیز کی حقیقت کو محسوس کرنا اور اس کی اثبات کا یقین ہے یعنے حقیقت کا ادراک ہی تحقیق کا کام ہے، تحقیق کے وجود کا یقین اس وقت ہوتا ہے جب اس میں تنقیدی پیرائے میں پردہ اخفا کا راز فاش ہو کیونکہ حقائق کی بازیافت تحقیق کا مقصد ہے"۔

بقول ڈاکٹر سید محمد عبداللہ:

"تحقیق کے لغوی معنی کسی شئے کی حقیقت کا اثبات ہے اصطلاحاً
یہ ایک ایسے طرز مطالعہ کا نام ہے جس میں موجود مواد کے صحیح یا غلط
کے بعض مسلمات کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے" (صفحہ ۱۶۱ تا ۱۶۲)

کیونکہ جو لوگ ادب کو معروضی اور تاریخی نقطہ نظر سے دیکھنے کے قائل تھے وہ کسی بھی عمل کے واقع ہونے پر گہری نظر رکھتے تھے۔ تحقیق و تنقید دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہونے کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں ان کی منزلیں ایک دوسرے سے مماثل بھی ہیں، بعض ناقدین تحقیق کو بے کار غیر مفید اور گورکنی تصور کرتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کے الفاظ میں "تنقید کے لئے مغز شاہان درکار ہے، تحقیق کرنے والے کی حیثیت ایک مزدور کی سی ہوتی ہے، جو اینٹیں اٹھا کر لاتا ہے اور ان کو جوڑ کر دیوار بناتا ہے" (اردو میں تنقید صفحہ ۱۲۵)

2.4.2 تنقید کو مغز شاہاں تصور کرنا تحقیق کو منشی گیری محقق کو مزدور تصور کرنا محض ایک خیال ہوسکتا ہے۔ حقیقت نہیں تحقیق ادب کو نئے گوشوں سے واقف کراتی ہے، تحقیق وتنقید کی قدر و قیمت برابر ہے۔ پروفیسر کلیم الدین احمد جنہیں غزل نیم وحشی صنف اور تنقید کا وجود محض فرضی اور اقلیدس کا خیالی نقطہ یا معشوق کی موہوم کمر نظر آئی وہ بھی تحقیق وتنقید کے معاملے میں یقین دلاتے ہیں، کہ تحقیق بغیر تنقید کے بے کار وغیر مفید ہے، دونوں ایک دوسرے کے لئے نہایت اہم ہیں"

"تنقید کی عدم موجودگی میں تحقیق غیر مفید ہوتی ہے، اور تنقید بعض اوقات تحقیق کی کمی کی وجہ سے لغزش کر جاتی ہے، اصل یہ ہے کہ تحقیق و تنقید کی محدود ومخصوص صورت ہے" (اردو تنقید پر ایک نظر صفحہ 26)

تحقیق ایک مسلسل عمل ہے نئے واقعات کا علم ہوتا رہے گا۔ اور ذرائع معلومات میں اضافہ بھی ہوتا رہے گا۔ اور تنقید چونکہ ایک شعبہ فکر ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاعر اور مصنف کون تھا؟ کہاں جنم ہوا؟ شاعری کیا ہے؟ شعر کیا چیز ہے؟ اشعار کیوں لکھے جاتے ہیں؟ وغیرہ سوالوں کے جواب ڈھونڈھنے کے لئے تحقیق سے مدد لی جاتی ہے۔ تحقیق حقیقت کی تلاش ہے اور تنقید سے قدروں کا یقین ہوتا ہے اس سے یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ آیا ان دو شعبوں میں کیا اتنا ہی فرق وامتیاز ہے جتنا کہ سمجھا جاتا ہے، ایک محقق اپنی تحقیق میں ذرائع اور حقائق پر زور دیتا ہے، اور کبھی کبھی وہ اس قدر ڈوب جاتا ہے کہ تنقیدی صلاحیت بھی مفقود ہو جاتی ہے، اور وہ صحیح وغلط کا فیصلہ کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا اور جو بات یا چیز دونوں شعبوں میں حد فاصل قائم کردے وہ ایک دوسرے کے لئے مضر ثابت ہوگی۔

2.4.3 بعض ادبی حلقوں میں تنقید اور سائنس کو بھی ایک دوسرے کے لئے لازم قرار دیا گیا، کیونکہ بقول سید عبداللہ:

" تنقید بھی ایک سائنس ہی ہے یہ بھی سائنس کی طرح ایک سچائی کی جویندہ ہے اور یہ سچائی جس کی تلاش اور مقداروں کی تعین سے متعلق ہے،۔۔۔تنقید میں تاثر کا فیصلہ اگر چہ بہت کچھ ہے مگر سب کچھ نہیں تاثرات کے فیصلوں میں بھی ایک اندرونی علمی تنظیم کی ضرورت ہوتی ہے۔۔۔عقلی مسلمات جب تنقید کی بنیاد قرار پاتے ہیں تو تنقید کا عمل ایک سائنسی عمل بن جاتا ہے۔اور جونہی تنقید ایک سائنس کی حیثیت سے جلوہ گر ہو جاتی ہے اس میں تحقیق و تجربے کے انداز خود بہ خود پیدا ہو جاتے ہیں۔تنقید کو سائنس سے بالکل الگ سمجھنا بھی تو سخت غلطی ہے۔(صفحہ ۱۶۷ مضمون: تحقیق وتنقید)

یہاں یہ اہم سمجھا جاتا ہے کہ ادبی تنقید میں موضوعیت (Subjectivity) ضروری ہو جاتی ہے اس کے ذریعہ تنقید سائنس کے احاطے میں شامل ہوتی ہے،اور جب یہ سائنسی ہوئی وہاں تحقیق کا وجود لازمی ہو جاتا ہے مگر اردو تنقید میں تحقیق و تنقید کے مغایرات سے بعض اوقات ایسے نظریات بھی مل جاتے ہیں جن میں جانبداری اور غیر جانبدرانہ روایات مل جاتے ہیں جیسے کسی نے غزل کو درباری صنف قرار دیا کسی نے نیم وحشی صنف، کسی نے گردن اڑا دینے کا حکم جاری کیا۔کسی نے اردو شاعری کی آبرو تو کسی نے اردو شاعری کا عطر کہا۔

2.4.4 میر تقی میر خدائے سخن ہونے کے ناطے غزل کے مردِ میدان تھے۔لیکن دیگر اصناف میں بھی طبع آزمائی کی۔سوداؔ قصیدہ کے بادشاہ کہلائے اور دیگر اصناف میں بھی قسمت آزمائی۔خواجہ میر دردؔ تصوف کے رسیا تھے،اردو غزل میں تصوف کو جگہ دی۔غالبؔ نے غزل میں معنی آفرینی کو بہتر مانا غزل میں وہ تشبیہات کے استعمال سے بادشاہ جانے گئے تنگ دامنی کا شکوہ ضرور کیا مگر اسی میں وسعت و جامعیت عطا کی۔غزل کہنے والا ضروری نہیں کہ اسے دربار

سے وابستگی ہو۔ میر درد کو دربار سے آشنائی نہیں تھی پھر بھی وہ غزل کے بہترین شاعر تھے۔ نیم وحشی صنف کہہ کر مذاق اڑانے والوں کی بہت جلد تردید بھی ہوگئی ورنہ ممکن تھا تحقیق وتنقید کے رشتے کو بھی جدا کر دیا جاتا اور اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ناقدین نے کہیں کہیں سہولت کی خاطر آسانی سے کام لیا ہے۔ اور کہیں کہیں جانبداری برتی ہے۔ اس سے ادب کے مطالعے میں مغالطہ ہوتا ہے۔ اور نظریات میں کوئی حقیقت نظر نہیں آتی ان نظریات میں تضاد اور نقائص پائے جاتے ہیں۔

اردو شاعری کے کسی بھی دور کو لیجئے۔ اس دور کا کوئی نہ کوئی شاعر یا ادیب دیگر شعراء اور ادباء سے بڑا اور اہم مانا جاتا ہے۔ اس کی قابلیت کو جانچنے اور پرکھنے کے باوجود ایسے ہی اس کے ساتھ تضادات پائے جاتے ہیں۔ مختلف لوگوں کے مختلف نظریئے۔ مثلاً میر تقی میر کا دور اردو شاعری کا زرین دور ہے تو کسی اور کے نظریئے میں تہذیبی اغلاط کا بدترین دور، اسی دور میں میر درد، سودا، میر حسن بھی تھے جنہوں نے اردو شعر وادب کو بامِ عروج پر پہنچایا۔ ان کے علاوہ ہمارے ادب میں غالب، مومن، حالی، اقبال بھی ہیں، جن کے عہد میں حالات اور واقعات نے الگ الگ نظریوں کو جنم دیا۔ اور ہمارا ادب ترقی کی منزلیں طے کرتا رہا۔

2.4.5 ایک مدت تک ادبی حلقوں میں یہ بات ہلچل مچا رہی تھی کہ تحقیق تنقید سے بڑھ کر ہے، یا تنقید تحقیق سے برتر ہے، یہ بات تو طے ہے کہ دونوں شعبہء فکر ہیں اور ایک دوسرے کے مددگار بھی ہیں۔ کیونکہ ایک محقق کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ کچھ چیزیں وہ اپنا لے اور باقی رد کر دے۔ اپنانے اور رد کرنے کی صلاحیت ایک محقق میں اس لئے آتی ہے کہ اس میں تنقیدی شعور ہوتا ہے اور نقاد بغیر تنقیدی شعور کے تحقیق کی کسوٹی پر وہ پورا نہیں اترتا، تنقید کے لئے تحقیق کا ہونا ضروری ہے ورنہ تنقید میں تحقیق کی کمی اس کے لئے غیر مفید ہے۔ نقاد تحقیق سے بے بہرہ ہو ہی نہیں سکتا مگر آسانی کی خاطر تحقیق سے پہلو تہی کرتے ہیں اور جب اردو

ادب میں تنقید و تحقیق کا شعور بڑھنے لگا تو لوگ یہ سوچنے اور سمجھنے لگے کہ کسی شاعر کے لکھنو میں پیدا ہونے یا کلکتہ میں پیدا ہونے سے کوئی فرق نہیں ہوگا بلکہ اصل چیز فن پارہ ہے اس پر غور وفکر کرنا اور تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ تنقید کا کام یہ ہوتا ہے کہ انداز و اسلوب کو پرکھے اور ان وسائل کو جانچے جن کی مدد سے شاعر یا مصنف اپنے مقصد کو پیش کرنا چاہتا ہے۔ اس کا اصل مقصد ہی تلاش و جستجو ہے۔

2.4.6 اردو ادب میں کچھ ایسے پارکھ بھی ہیں جو مصنف یا شاعر کو اس کے فن پارے سے الگ کرکے پرکھتے ہیں اور دونوں شعبوں کو جاننے کی کوشش نہیں کرتے اور چند ایک ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس ادبی معمّہ کو پرکھ کر فنی بصیرت اور خوش ذوقی کا پتہ دیا اور اس کا ماحصل یہ بتایا کہ۔ تنقید میں بھی تحقیق کے لئے کئی پہلو نکلتے ہیں اور تنقید کے لئے بھی تحقیق ایک لازمی عمل ہے۔

بہر حال تحقیق و تنقید دونوں شعبوں میں کچھ نہ کچھ عناصر پائے گئے ہیں یہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں، ہر محقق ایک تنقیدی نگاہ رکھتا ہے۔ تا کہ صحیح واقعات کی صحیح پرکھ اور دریافت ہو سکے اور اپنا صحیح نتیجہء تحقیق پیش کر سکے، اسی لحاظ سے نقاد تحقیق کے سلسلے میں فن و فنکار کی وضاحت سے بچ ہی نہیں سکتا۔ یہ دونوں شعبے تشریح فن کے طریقہء کار واضح اور متعین حدود رکھتے ہیں دونوں اپنے اپنے دائرے میں ایک دوسرے کے عمل کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ کوئی اچھی تنقید ان حقائق سے خالی یا بے نیاز نہیں رہ سکتی جن کا تجسّس وسیع ترین معنوں میں تحقیق کرنی ہے۔

> " کوئی سچی تنقید تحقیق سے آنکھ نہیں چرا سکتی اور صرف تاریخ ہی نہیں حیات انسانی کی پوری تاریخ اس کی لپیٹ میں آتی ہے۔ یہیں پہنچ کر تحقیق و تنقید ہم معنی سے الفاظ بن جاتے ہیں۔ کم از کم دونوں کی باہمی بے تعلقی کا دعویٰ غلط ہی ثابت ہوتا ہے "۔ (تحقیق و تنقید ۱۷۳ تا ۱۷۴)

2.5 سید عبداللہ کا تعارف

ڈاکٹر سید عبداللہ نے اردو تنقید کو اپنے تنقیدی زاویہ نظر سے مالا مال کیا۔ان کے یہاں مغربی نظریات کی پیش کش بھی ہے۔ یہ بنیادی طور پر سماجی اور مارکسی میلان کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں ان کی تحریروں کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی نئی تنقیدی کوشش ہے۔عملی تنقید کے ذریعہ کائنات کے خارجی عناصر کی نشاندہی کرتے ہیں،سماجی مطالعہ ان کی تنقیدی فکر میں بہت پایا گیا ہے۔ان کی تنقیدی فکر کی ایک خوبی یہ ہے کہ ان کا اسلوب نہایت ہی سلجھا ہوا صاف اور سیدھا سادا ہے۔ وہ کسی بھی ادبی بحث کو طول نہیں دیتے۔ان کی اس سادگی پسند صلاحیت نے ان کی تنقیدی فکر کو تشریح توضیحی انداز میں ڈھال دیا ہے۔وہ شاعری میں لطیف جذبے مسرت وانبساط کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ان کی فکر میں شاعری کی بنیاد جذبے پر قائم ہے۔ کیونکہ ان کا خیال ہے کہ شاعر کبھی فکر اور سائنسی حقائق کو پیش کرتا ہے۔تو وہ بعض اوقات مجبوری حالت کی بنا پر کرتا ہے۔تنقید ان کے نزدیک بڑا صبر آزما کام ہے۔ان کا قیاس ہے کہ جس طرح اعلیٰ فنون میں غور وفکر اور یکسوئی لازمی ہے۔اسی لحاظ سے تنقید میں بھی غور وفکر کا جذبہ لازمی معمولی اور سطحی کوششوں سے کوئی تنقیدی کارنامہ وجود میں نہیں آتا اور نہ کوئی بڑا نقاد بن سکتا ہے وہ ادب کو ایک فن لطیف سمجھتے ہیں اور جس کا موضوع زندگی ہے اس کا مقصد اور اظہار وترجمانی کو تنقید سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک۔

> "ادب دراصل زندگی اور تہذیب کا عکاس ہوتا ہے وہ خارجی حقیقتوں کو داخلی آئینے میں پیش کرتا ہے،ادب انسانی زندگی کی ایک ایسی تصویر ہے جس میں انسانی جذبات و احساسات کے علاوہ مشاہدات تجربات اور خیالات کی جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں۔(مباحث)

بہر حال سید عبداللہ کی ادب پر اس جامع تعریف کے علاوہ ان کی تحریر میں متوازن

تنقیدی فکر کی کوششیں بھی ملتی ہیں۔ ان کی ادبی تخلیقات میں سر سید اور ان کے نامور رفقاء، اشارات تنقید، ولی سے اقبال تک، میر امن سے عبدالحق تک، نقد میر مباحث نقد ونظر۔ اردو ادب کی ایک صدی، قدیم تنقید وغیرہ اہم ہیں۔

اپنی معلومات کی جانچ اور نمونہ جواب:

سوال ۴: تحقیق وتنقید کی افادیت پر روشنی ڈالیے۔

سوال ۵: سید عبداللہ کی تنقید نگاری کا جائزہ لیجئے۔

جواب؛ سوال ۴ کے لئے 2.4 سے 2.4.5 اور 2.5 کے تحت دیکھئے۔

2.6 خلاصہ:

اس اکائی میں ہم نے آپ کو مضامین تخلیق وتنقید مصنف مجنوں گورکھپوری اور تحقیق و تنقید مصنف سید عبداللہ کے بارے میں واقف کرایا، اغراض و مقاصد اور تمہید کے تحت آپ نے اس اکائی کے خاکے کے سلسلے میں معلومات حاصل کیں۔ آپ کے علم میں آچکا کہ مجنوں گورکھپوری نے ادب میں تخلیق وتنقید کی اہمیت کا جائزہ لیا جس سے ان کے اسلوب پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ مضمون کے آخر میں مضمون نگار کا تعارف بھی دیا گیا، دوسرا مضمون سید عبداللہ کا ہے تحقیق وتنقید ادب کا نہ صرف وگونہ عمل ہے بلکہ اب میں لازم وملزوم بھی ہے مضمون کے تحت اس موضوع پر کافی طوالت کے ساتھ بحث کی گئی ہے اور آخر میں مضمون نگار کی طرز تحریر اور فکر ونظر پر بھی اختصار کے ساتھ جائزہ لیا گیا ہے۔

ان موضوعات پر آپ نے تفصیلی طور پر آگہی حاصل کی۔ آپ نے اپنی معلومات کی جانچ بھی کی آخر میں نمونہ امتحانی سوالات مشکل الفاظ کے معنی اور سفارشی کتب کا حوالہ بھی دیا

گیا،توقع ہے کہ آپ ان سے ضرور استفادہ کریں گے۔

2.7 نمونہ امتحانی سوالات:

ا۔تخلیق وتنقید مضمون کی روشنی میں مجنوں گورکھپوری کے خیالات پر روشنی ڈالیئے۔

۲۔تخلیق وتنقید کی ادبی اہمیت پر اظہار خیال کیجئے۔

۳۔مجنوں گورکھپوری کی تنقید نگاری کا جائزہ لیجئے۔

۴۔تحقیق وتنقید کی افادیت پر روشنی ڈالیئے۔

۵۔سید عبداللہ کی تنقید نگاری کا جائزہ لیجئے۔

۶۔مضمون تحقیق وتنقید کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے سید عبداللہ کی تنقیدی فکر پر تبصرہ کیجئے۔

۷۔تخلیق وتنقید کی ادب میں کیا اہمیت ہے؟واضح کیجئے۔

2.8 فرہنگ:

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
ارتباط	ربط،جوڑ ملا ہوا	رہنما	راہ دکھانے والا
رہین منت	احسان مند	عرق ریزی	باریک بینی
موزوں	مناسب	مدح سرائی	تعریف کرنا
نابلد	وہ جو نہیں جانتا (انجان)		
جانگسل	جان پر بن آنا،مشکل میں پڑنا،کٹھن گھڑی		
امکانات	کسی بات کا، کسی چیز کا ممکن ہونا۔		
تغیر	تبدیل،بدل،		

ازسرنو	نئے سرے سے	بازیافت	دریافت کرنا
رسائی	پہنچ	ادراک	عقل سمجھ،
مستحکم	مضبوط	بے جا	بیکار
مصائب	عیب	عصر	زمانہ
اخفا	چھپا ہوا، راز	فاش	ظاہر،عیاں ہونا
تعین	مقرر	وسائل	وسیلہ
معمہ	سوالیہ	انبساط	خوشی ،مسرت

2.9 سفارشی کتب

ا۔اردو ادب کے تین نقاد	سید نواب کریم
۲۔نقطہء نظر	عبدالمغنی
۳۔تنقیدی نظریات (حصہ اول)	احتشام حسین
۴۔تنقیدی تصورات کی تاریخ	محمد حسن
۵۔اردو تنقید کے اصول و نظریات	شارب ردولوی
۶۔معیار و میزان	مسیح الزمان
۷۔اردو میں تنقید	ڈاکٹر محمد احسن فاروقی
۸۔اردو تنقید پر ایک نظر	پروفیسر کلیم الدین احمد

بلقیس بانو ، ایم

سینئیر لکچرر،شعبہء اُردو کے ایس او یو،میسور

اکائی ۳: مضمون: سائنٹفک نظریہ تنقید:

ساخت:

3.0 اغراض ومقاصد

3.1 تمہید

3.2 مضمون: سائنٹفک نظریہ تنقید

3.3 اسلوب احمد انصاری کا تعارف

3.4 خلاصہ

3.5 نمونہ امتحانی سوالات

3.6 فرہنگ

3.7 سفارشی کتب

3.0 اغراض ومقاصد:

اس اکائی کو مکمل کر لینے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

☆ سائنٹفک دبستان نقد کی اہمیت وافادیت

☆ اور ساتھ ہی مضمون نگار کا تعارف پیش کر سکیں

☆ اپنے طور پر دبستان نقد کا جائزہ لے سکیں۔

3.1 تمہید:

اس اکائی میں مضمون سائنٹفک نظریہ تنقید کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور مضمون نگار کا تعارف بھی پیش کیا گیا ہے۔ اس تنقیدی دبستان کی ادب میں اہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے ۔اس تمام تفصیل سے آپ اس اکائی کے مطالعے سے معلومات حاصل کرسکیں گے۔

3.2 مضمون: سائنٹفک نظریہ تنقید: اسلوب احمد انصاری

اردو ادب میں مغربی ادب کے مختلف نقطہ ء پائے نظر پائے جاتے ہیں۔ ہر نقطہ ء نظر کے چند مخصوص طریقہ کار پائے گئے ہیں۔تنقید کے مختلف اسالیب میں کلاسیکی، رومانی، تاریخی، تجزیاتی، نفسیاتی، جمالیاتی، سائنٹفک اسلوبیاتی، مارکسی، تاثراتی، توضیحی، متنی، ہیئتی، تقابلی، تعریفی وغیرہ۔ان سب میں نسبتاً سائنٹفک دبستان نقد کو فوقیت حاصل ہے۔اس میں ادب و زندگی کا احاطہ کرنے کی تمام تر صلاحیت ہے۔

ہر زمانے میں تنقید کو کچھ نئے اصول اور کچھ نئے نظریئے ملے۔ یہ نظریئے کبھی ذہنی اختلاف کی وجہ سے اور کبھی زمانے کے بدلتے ہوئے رجحانات سے اس میں نئے نئے اضافے ہوئے۔اس طرح ہر ایک نے اپنے اپنے طور پر ادب و زندگی کے کسی نہ کسی پہلو پر زور دیا۔ بعض نے کسی بھی فن پارے کی اچھائی کا معیار اس سے حاصل ہونے والے ذہنی سکون پر رکھا تو بعض نے اس کی سماجی اہمیت کو اجاگر کیا، اور بعض نے سائنٹفک تنقید کی ابتداء کی تو بعض نے ادب میں فنی خوبیاں تلاش کر کے جمالیاتی تنقید کی بنیاد ڈالی۔سائنٹفک دبستان نقد ادیب اور فنکار کے تمام پہلوؤں سے بحث کرتے ہے۔ وہ کسی بھی ادبی تخلیق کو اسوقت تک بہترین نہیں سمجھتی جب تک کہ اس میں اس زمانے کے سماجی حالات اور خیالات کا گہرا عکس نہ دکھائی

دے۔اس کا سب سے بڑا مقصد اس حقیقت کا پتہ لگانا ہوتا ہے کہ فنکار اپنے زمانے کے سماجی حالات اور خیالات کی ترجمانی کرنے میں کس حد تک کامیاب ہوا ہے۔اور کوئی بھی ادبی تخلیق اپنے زمانے کے حالات کی کہاں تک ہمنوا ہے۔

3.2.1 سائنٹفک تنقید ادبی تخلیقات اور فنکار سے متعلق تمام مباحث کو اپنے اندر سمولیتی ہے اور جمالیاتی ،نفسیاتی ،سماجی ،اور مروجہ خیالات کی روشنی میں نئ تخلیق کی اہمیت کا پتہ لگاتی ہے۔ یہ نظریہ تنقید ادبی فضا میں ایک ایسے ذریعہ کا کام کرتی ہے جو ادب کے سمجھنے میں معاون و مددگار ہوتا ہے۔اسلوب احمد انصاری نے اس نظریئے کو زیادہ واضح طور پر پیش کرتے ہوئے لکھا ہے؛

> "سائنٹفک نظریہ تنقید ادب کی تخلیق کو مختصر تاریخی اور مادّی حالات کی پیداوار سمجھتا ہے۔وہ مظاہر کے تجزیئے میں اندرونی کشمکش ارتقاء اور حرکت پر نظریں جماتا ہے وہ ادب کو جماعتی سمجھتا ہے ،اور مواد ہیئت کی تقسیم اور امتیاز کو تسلیم نہیں کرتا۔وہ مواد کی ہیئت پر ترجیح دیتا ہے،ادب میں جمود اور روایت پرستی کے خلاف ہے اور نئے نئے تجربوں کو ادب کی صحت مندی کے لئے ضروری سمجھتا ہے۔سائنٹفک نظریئے کو صحیح تسلیم کرنے والا نقاد زندہ سماجی حقیقتوں اور تصوراتی تخلیقات کے درمیان رشتہ قائم کرتا ہے (صفحہ ۱۹۰،تنقیدی نظریات)

سائنٹفک نظریہ تنقید کی یہی خوبی ہے کہ کسی بھی فنی کارنامے کے تجزیئے میں اگر ایک طرف وہ فن کار شخصیت اس کے تاثرات جمالیاتی اقدار اور فنی صنعت گری کو نگاہ میں رکھتی ہے تو دوسری طرف سماجی تغیرات اور طبقاتی کشمکش سے پیدا ہونے والے حالات حقیقت کا شعور اور

مادی حالات کی روشنی میں فنی تخلیق کا تجزیہ کرتی ہے اور ہمارے سامنے اس کے نتائج پیش کرتی ہے۔یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ سائنٹفک تنقید جداگانہ دبستان کا نام نہیں بلکہ ہر وہ تنقید کا طریقہ جس میں نقاد علمی انداز ،نظر اپنا کر کوئی سائنس داں ایسی غیر جانبداری سے کام لیتے ہوئے ذاتی پسند و ناپسند اور نجی تعصّبات سے ماورئ ہو کر تخلیق کی چھان پھٹک کرتا ہو۔

3.2.2 تنقید کے سلسلے میں جب کبھی سائنس کو مستعمل کیا گیا ہے اس سے میکانکی اور فارمولائی تنقید مراد نہیں لیا گیا ہے کیونکہ لفظ سائنس استعمال کر کے ایسا زاویہ نگاہ مراد لیا جاتا ہے جو کسی اہم بات کو کسی اہم واقعہ کو غیر ضروری سمجھ کر نظر انداز کیا جائے۔ادبی تنقید دراصل فن ہے سائنس نہیں۔اور یہ سائنسی طریقہء کار سے مدد لے سکتی ہے یہ مقصد نہیں ذریعہ ہے فن کو بہتر طور پر سمجھنے اور فن پاروں کی قدر و قیمت پانے کا اس سائنٹفک دبستان نقد سے مراد یہ ہے کہ

> "جمالیاتی اور نفسیاتی پہلو بھی نظر انداز نہ ہوں، بشرطیکہ ان کی جستجو سماجی حقائق کی روشنی میں ہو۔اسی لئے کہا گیا ہے کہ مادی اسباب شعور کو متعین کرنے سے ہی سائنٹفک نظریہ تنقید کی ابتداء ہوتی ہے '۔(جدید تنقید اصول و نظریات ،شارب ردولوی)

اور صرف وہ تنقید سائنٹفک تنقید کہلوانے کی مستحق ہے جو کسی وسیلے کو نظر انداز نہ کرے جس سے فن یا فنکار پر روشنی پڑ سکتی ہو۔وہ حسب ضرورت تنقید کے دیگر دبستانوں سے مدد لیتی ہے۔وہ نہ فن کو نظر انداز کرتی ہے، نہ فنکار کو اور دونوں کو ہر زاویے سے دیکھنے اور پرکھنے کی کوشش کرتی ہے۔

3.2.3 سائنٹفک نظریہ تنقید روایت پرستی کو پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھتی ادب کی ترقی کے لئے نئے نئے تجربوں کو ضروری سمجھتی ہے۔تصوف پرستوں کو پسند نہیں کرتی کیونکہ یہ

صرف اندرونی اور نجی دنیا کو آباد کرتے ہیں۔ ادب برائے ادب کو شک کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ کیونکہ یہ ادب کو سماج سے الگ کر دیتی ہے۔

ادب میں نظریئے کی گنجائش ہے یا نہیں اس موضوع پر ہر دور میں برابر بحث ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ جیسے کہ سائنٹفک دبستان نقد کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کرتا وہ اس لئے بھی تسلیم کرتا ہے کہ فنکار شخصیت اور فنکار کے نظریات بہر حال اس کی تخلیق میں جگہ پاتے ہیں۔ خواہ وہ نمایاں ہوں یا نہ ہوں۔

اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ سائنٹفک تنقید کی زبان علمی اور واضح ہونی چاہیئے۔ صراحت اور قطعیت اس کے لئے بہت ضروری ہے استعارہ ایہام اور رمز و کنایہ اس کے لئے قطعی غیر موزوں ہیں۔ ان کی اصل جگہ شاعری ہے۔ شاعرانہ اور رنگین زبان کی بھی یہاں گنجائش نہیں۔

3.2.4 اردو ادب میں مختلف دبستانِ نقد کا تصور مغرب سے در آیا۔ اور یہ سائنٹفک دبستان تنقید بھی مغربی ادب سے ہی آئی۔ اس تنقید کے بانیوں میں سب سے پہلے سرسید کا نام آتا ہے۔ سرسید ہر چیز کو عقل اور سائنس کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ ان کے بعد حالؔی نے اسکو آگے بڑھایا۔ حالؔی نے اردو میں سائنٹفک تنقید کے باقاعدہ اصول بنائے اور ادب کا زندگی سے رشتہ جوڑا شعر کی ماہئیت پر روشنی ڈالنے کے علاوہ اچھی شاعری کی خصوصیات بھی مقرر کیں۔ اس کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ حالؔی کے بعد بہت سوں نے سائنٹفک تنقید میں اپنی راہیں آپ نکالیں، ان میں مولوی عبدالحق، مجنوں گورکھپوری، آل احمد سرور، سید عبداللہ عبادت بریلوی، ابواللیث صدیقی، احتشام حسین، اسلوب احمد انصاری، گوپی چند نارنگ وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ ان ناقدین نے ادب کو مختلف زاویوں سے جانچا پرکھا اور معیاری بتا کر اردو میں سائنٹفک تنقید کو جلا بخشی۔

3.2.5 اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہر نظریہ تنقید میں خواہ وہ جمالیاتی ہو سائنٹفک ہو، نقطہء آغاز جذباتی ردعمل ہی ہوتا ہے۔ تنقید وتشریح میں مکمل طریقے سے جذبات کی باز آفرینی مشکل ہوتی ہے کیونکہ کسی اور پر گذرے ہوئے حالات کو بھرپور جذبات کے ماتحت کرکے اور تاثراتی نقاد خود کو اپنی حالات میں پیش کرتے نگاہ تخیل سے ان جذبات کو تاثر کی شکل دیتا ہے، تنقید کا نظریہ فیصلہ اور رائے زنی سے بچنے اور ادب کو سماجی ذمہ داری سے بچانے کا ایک ذریعہ ہے تنقید نہیں ہے۔ ویسے بھی ادب میں تنقید اضافی ہے اور نہ زندگی کو اس سے الگ کیا جاسکتا ہے۔ علوم وفنون بھی زندگی کو متاثر کرتے ہیں۔ اور یہ مربوط بھی ہیں۔ ادب اور زندگی کا رشتہ تمام علوم وفنون کے ساتھ گہرا ہے اور ہر لمحہ جو تغیرات ہوتے ہیں وہ زندگی سے جڑے رہتے ہیں۔

کسی ادبی تخلیق کی جانچ پرکھ اور فیصلے کے لئے اس نظریہء تنقید کے نقاد کو یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ وہ کسی طریقہء کار سے ذہن پر اچھا اثر چھوڑ سکتا ہے، کیونکہ اچھے اثر سے ادبی تنقید اور فنی پرکھ کا پیمانہ سامنے آتا ہے۔ اسی لئے نقاد اپنے مخاطب کو اپنا ہمنوا بنا کر رنگین اور مؤثر الفاظ کے استعمال میں ذہنی ہم آہنگی کا سامان مہیا کرتا ہے۔ اگر ان اصولوں کو محفوظ نہ رکھا جائے تو ادب وزندگی ادب وتنقید کا اٹوٹ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور صنعت نظریئے جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ تصور کیا جاتا ہے کہ ادب میں تنقید تمام شعبوں کے متعلق صرف مقابلہ کرنے یا خیالات کے ٹکرانے کے عمل کو کہتے ہیں۔ اور کسی کام کے کرنے کے دو طریقوں کے درمیان موازنہ کرنا اصلی تنقید ہے۔ لیکن اس مسلک کو اصلی تنقید تصور کرنا بھی غلط ہے۔ کیونکہ یہاں بھی چند ایک خامیاں مل جاتی ہیں یعنے بعض ناقدین ذاتی اور غیر ادبی بحث میں الجھ سے جاتے ہیں۔ اور اس وجہ سے شاعر یا ادیب یا ادب کی کوئی واضح صورت نہیں ملتی اور ساتھ ہی اس نقطہء نظر پر یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ ہر ملک اور قوم کا ایک مخصوص نظریہء ادب ہوتا ہے۔ لہذا یہ کیوں کر ممکن ہے کہ مختلف زبانوں کے ادب کا مقابلہ وموازنہ کرنے سے صحت مند نظریئے جنم لیتے

ہیں۔اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ زبان اور ادب کے مختلف زبانوں کے نظریوں میں کسی حد تک مماثلت ہوتی ہے۔اس موزونیت اور یکسانیت سے کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے۔ بلکہ ادب انفرادی اور سماجی روح کا عکاس ہے اس کا کام ذوق و وجدان کی تسکین کا سامان مہیا کرنا ہی نہیں اور نہ محض مادّی حقائق کا پرچار اور نہ ہی تنقید کو کوئی جامع مسلک سمجھا گیا یعنے نقاد اپنے رجحان یا ذوق کے زیر اثر ایک طرف جھک جاتے ہیں اور دوسرے رخ پر یا تو سرسری نظر ڈالتے ہیں یا اسے بالکل نظرانداز کردیتے ہیں۔صحیح تنقید اس وقت ہوگی جب ادب کے ہر رخ کو دیکھا اور جانچا جائیگا۔

3.2.6 آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ تنقید کے مختلف اسالیب کے پیش نظر سائنٹفک نظریہ تنقید کا مسلک نہایت قوی سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہاں کے حامی زندگی اور ادب کو جامد تصور نہیں کرتے وہ ادب کے مادی کردار واسباب اور اس کی جدلیاتی کیفیت کو مانتے ہیں۔کیونکہ

> "مادہ تغیر پذیر ہے اس لئے اس میں حرکت پوشیدہ ہے لیکن مادہ کی اولیت کے باوجود یہ تسلیم کرنے میں بھی تامل نہیں ہونا چاہیئے کہ مادہ اور شعور کے درمیان سرگرم اشتراک عمل جاری رہتا ہے" (تنقیدی نظریات صفحہ ۱۸۷)

ظاہری حالات انسانی شعور اور ذہن پر اثر انداز ہوتے ہیں اور پھر شعور اور ذہن ظاہری حالات کو متاثر کرتے ہیں یعنی منفی اور مثبت حالات ایک دوسرے میں ضم ہوکر زندگی کے مرحلے طے کرتے ہیں۔ادب فرد وسماج کی آمیزش سے وجود میں آتا ہے،ادب جو کہ قوم کی روحانی فطرت کا عکاس ہے اور یہ تاریخی حالات کی پیداوار ہے۔جن سے اس قوم کا وجود ہوا ہے۔اسے جاننے کے لئے اس کی تاریخ اور سماجی حالات کو جاننا ضروری ہے۔تاریخی اہمیت کو سمجھنے والے خیال اور علم کی ترقی کو کسی قوم کی تاریخی ترقی واحد سبب مانتے ہیں۔مگر اس کے برخلاف دوسرے نقطہء نظر والے تصوراتی ترقیوں کی بنیاد معاشی تصور کرتے ہیں مارکسی نظریہ

میں سماجی سیاسی حالات طریقہء ایجاد اور مادی مسائل سے متعین ہوتے ہیں۔ اور تاریخ کی ایک خاص حد میں حرکت کرتے ہیں۔ جسے انسانی شعور اس کی سماجی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا۔ بلکہ سماجی حقیقت شعور کو تسلیم کرتی ہے۔

مگر سائنٹفک نظریہ ءتنقید ادب کے وجود کو خاص تاریخی مادی حالات کا پیداوار سمجھتا ہے ۔ یہ نظریہ تجزیاتی ہے اس میں مقصد کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ مواد اور ہیئت کو اہم سمجھا جاتا ہے نئے نئے تجربے ادب کی اصلاح کے لئے ضروری سمجھے جاتے ہیں یہاں صرف فنکار کے خیال کی پیشی نہیں ہوتی بلکہ اس کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ اسلئے کہ اس مسلک میں سائنٹفک نظریہ کو ماننے والا کوئی بھی نقاد سماجی حقیقت اور تصوراتی دنیا میں ایک پردہ حائل رکھتا ہے۔ وہ ماضی کی روایات کا احترام کرتا ہے۔ مگر ماضی پرستی کے خلاف ہے۔ موضوع اور اظہارِ بیان میں ارتباط رکھتا ہے۔

3.2.7 سائنٹفک تنقید میں مختلف فنی کارناموں کی تخلیق کے تمام انفرادی اور اجتماعی اسباب کا معروضی انداز سے تجزیہ کرنا اس کا عین مقصد ہے۔ اس مسلک کا یہ دعویٰ ہے کہ کوئی بھی فنی کارنامہ کیوں نہ ہو کسی نہ کسی نظریئے کو پیش کرتا ہے مگر ادب میں نظریئے براہ راست جگہ نہیں پاتے بلکہ تشریح وتنقید کے دوران نظریوں اور اقدار کے ساتھ معروضی بے تعلقی کا احساس ہوتا ہے۔ تخلیقی اور تنقیدی نظریوں میں یہی فرق ہے کہ جو علامتی انداز میں ہوتا ہے۔ وہ رمز کنایہ اور ابہام میں تخلیقی کام کی خوبی میں اضافہ کر دیتا ہے۔ مگر تنقید میں یہ رمز نگاری مناسب نہیں سمجھی جاتی ، فنکار کو چاہیئے کہ کردار اور حالات کو واضح طور پر پیش کرے۔ لہذا یہی سب ہے کہ 'سائنٹفک تنقید ادب کو جماعتی تصور کرتی ہے (صفحہ ۱۹۲) اس لئے کہ ادب جماعت اور افراد کی زندگی کی نہ صرف تصویر ہے بلکہ اس کی تنقید بھی ہے۔

سائنٹفک تنقید کی فنی خوبی یہ ہے کہ جذبات کی پیشکش ، میں وہ پر شکوہ الفاظ کو مستعمل نہیں کرتی ، بلکہ فنی کارنامہ کی تشریح وتوضیح فنکار کی شخصیت اور اس کے خیالات کا تجزیہ کر کے نتیجہ

ہمارے سامنے رکھ دیتی ہے اور اس دبستان نقد کا یہ حسن ہی تو ہے جو کسی بھی فنی کارنامے کے تجزیئے میں ایک طرف فنکار کی پیکر تراشی کرتی ہے تو دوسری طرف سماجی حالات طبقاتی کشمکش سے پیدا ہونے والے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے فنی تخلیق کا تجزیہ کرتی ہے۔ اور ہمارے سامنے اس کے اچھے نشانات پیش کرتی ہے۔

مضمون کے آخر میں یہ بتا دینا ضروری ہے بلکہ بقول پروفیسر اسلوب احمد انصاری:

> " سائنٹفک تنقید پروپیگنڈا نہیں ہوتی لیکن وہ صحت منداور اعلیٰ انسانی اقدار کا پرچار کرنے سے بھی نہیں شرماتی وہ پڑھنے والوں کے خیالات کی تہذیب اور ترتیب میں مدد دیتی ہے۔ وہ جذبات کے دھندلکوں اور پرشوکت الفاظ کا سہارا نہیں لیتی بلکہ فنی کارنامے کی تشریح فنکار کی شخصیت اور اس کے مادی حالات کی روشنی میں کرتی ہے۔ سائنٹفک نقاد ایک غیر جانبدار تماشائی نہیں وہ بھی زندگی اور ادب کے متعلق چند قدریں رکھتا ہے۔ وہ صرف جذبات نہیں رکھتا بلکہ حکیمانہ نظر اور آگہی بھی رکھتا ہے، وہ تنقید خود کو نمایاں کرنے کے لئے نہیں لکھتا بلکہ صحت منداقدارِ زندگی کی اشاعت کر کے زندگی کو بہ حیثیت مجموعی آگے بڑھانے کے لئے وہ فنی کارنامے سے ہم آہنگ ہوکر اس سے ماورا ہو جاتا ہے تاکہ اس کی صحیح اور منصفانہ تنقید کر سکے" (صفحہ ۱۹۳)

3.3 اسلوب احمد انصاری: تعارف: (۱۹۲۵ء پیدائش)

اسلوب احمد انصاری اردو کے ایک مانے ہوئے نقاد ہیں، ان کی نگاہِ عمیق سے بہت سے تنقیدی گوشے روشن ہوئے ہیں، ان کی تنقیدی فکر سائنٹفک ہے۔ مغربی ادب اور مختلف

علوم پر ان کی گہری نظر ہے۔ ان کی تحریروں کے مطالعہ سے ان کی فنی بصیرت کا پتہ چلتا ہے۔ فنکار اور فن پارے کی فنی روایات پر گہری نظر رہتی ہے۔ چونکہ ان کی تنقیدی فکر سائنٹفک ہے۔ وہ اردو میں اس تنقیدی مسلک کے اصول وضوابط کو واضح طور پر پیش کرتے ہیں۔ جس کا ثبوت ان کا مضمون "سائنٹفک نظریہ تنقید ہے جس میں انہوں نے نظریاتی تنقید کے لئے سائنٹفک تنقید پر بحث کی ہے۔ ان کی تحریروں کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اردو تنقید کو نئے سانچوں میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے یہاں عمل اور نظریاتی تنقید جگہ جگہ پائی جاتی ہے۔ تنقید کے لحاظ سے وہ اپنی شعوری کوشش کو الفاظ کی بھول بھلیان میں گم ہونے نہیں دیتے بلکہ اسے اپنی گرفت میں رکھتے ہیں ان کا نظریہ ہے کہ ایسے فنی کارنامے جو پرشکوہ الفاظ کا سہارا لے کر چلتے ہیں۔ وہ جمالیاتی اقدار اوادبی قدروں کو پہچان نہیں سکتے۔ لہذا اسکے لئے ضروری ہے کہ زندگی کی قوت ماضی کا احترام، سماجی قدریں اور بدلتے ہوئے حالات پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ اسلوب احمد انصاری مارکسی خیالات اور نظریات کے بھی حامی اور قائل نظر آتے ہیں۔ اور مادہ کو تغیر پذیر سمجھتے ہیں۔ اور مادی اسباب کے ذریعے شعوری کوشش کا تعین کرتے ہیں۔ ادب بھی چونکہ فنکار کی شعوری کوشش کا نتیجہ ہے اس لئے اس میں اس کے عہد کی سیاسی، سماجی کشاکش کی وجہ سے اس کا امیج اس کے خیالات ہر چیز کا عکس ہوتے ہیں۔ اسی لئے وہ ادب کا جائزہ اپنے عہد کے تاریخی، سماجی حالات کے پس منظر میں کرتے ہیں۔ جو ادب اور شخصیت دونوں کو پروان چڑھاتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تالیفات میں اس دور کی تحریکات کا اثر لیا ہے اسلئے ان کی تحریروں میں کئی رنگوں کا احساس ہوتا ہے۔ ان کی عملی تنقید اور نظریاتی تحلیل تجزیئے کے قابلِ قدر نمونوں میں علیگڈھ اور رومانی نثر کے معمار، تنقید وتخلیق، ادب اور تنقید نقد ونظر، نقش غالب، غالب کا فن، اقبال کی تیرہ نظمیں، وغیرہ ہیں۔

اپنی معلومات کی جانچ اور نمونہ جواب:

سوال ا: سائنٹفک دبستانِ نقد کی دیگر دبستان تنقید میں کیا اہمیت ہے، وضاحت کیجئے۔

سوال ۲: اسلوب احمد انصاری کی تنقید نگاری کا جائزہ لیجئے۔

جواب: سوال ا کے لئے 3.2 سے 3.2.7 اور سوال ۲ کے لئے 3.3. کے تحت دیکھئے۔

3.4 خلاصہ:

اس اکائی میں ہم نے آپکو مضمون، سائنٹفک نظریہ تنقید مصنف اسلوب احمد انصاری کے بارے میں واقف کرایا، اغراض و مقاصد کے تحت آپ نے اس اکائی کے خاکے کے سلسلے میں معلومات حاصل کیں۔ آپ کے علم میں آچکا ہے کہ اسلوب احمد انصاری نے ادب میں اس دبستانِ نقد کی اہمیت اور اپنے مختلف نظریوں سے اس دبستان کی افادیت کو اجاگر کیا ہے یعنے انہوں نے کہا تھا کہ سائنٹفک تنقید اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے کہ تاریخی اور مادی حالات ہی کسی خاص طرح کے ادب کو جنم دیتے ہیں۔ اس کے نزدیک ادب جماعتی ہوتا ہے مواد و ہیئت اس طرح گھلے ملے ہوتے ہیں کہ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم مواد کی اہمیت کو کسی طرح نظر انداز کرنا بھی ممکن نہیں۔ سائنٹفک تنقید روایت پرستی کے خلاف ہے ادب کے فروغ کے لئے وہ نئے تجربوں کو جگہ دیتی ہے ادب برائے ادب کے نظریئے کو پسندیدگی کے نظریئے سے نہیں دیکھتی، نیز یہ اور ایسے دیگر نظریئے اس مضمون میں زیر بحث آئے ہیں۔ اور ساتھ ہی مضمون نگار کا تعارف اور ان کے فکر و نظر پر بھی مختصراً روشنی ڈالی گئی ہے، اس اکائی میں مذکورہ ساری تفصیل سے آپ آگاہ ہوئے ہوں گے۔ آپ نے اپنی معلومات کی جانچ بھی کی آخر میں نمونہ امتحانی سوالات مشکل الفاظ کے معنی سفارشی کتب کا حوالہ بھی دیا گیا۔ توقع ہے کہ آپ ان سے ضرور مستفید ہوں گے۔

3.5 نمونہ امتحانی سوالات:

۱۔سائنٹفک دبستانِ نقد کی دیگر دبستانِ تنقید میں کہا اہمیت ہے۔

۲۔اسلوب احمد انصاری کی تنقید نگاری کا جائزہ لیجئے۔

۳۔سائنٹفک نظریہ تنقید مضمون کی روشنی میں اسلوب احمد انصاری کے نظریہ تنقید پر بحث کیجئے۔

۴۔اردو تنقید میں سائنٹفک دبستانِ نقد کو کیوں اہمیت حاصل ہے۔ان اسباب کی وضاحت کیجئے۔

3.6 فرہنگ:

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
دبستان	اسکول،مکتب	معاون	مددگار
نقد	تنقید	تسلیم	ماننا
افادیت	اہم،فائدہ مند	اسالیب	اسلوب کی جمع
فوقیت	اہمیت	ہیئت	ساخت
مواد	مغز	مروجہ	رواج پائے ہوئے
نتائج	نتیجہ کی جمع	مبنی	انحصار
تغیر	تبدیل	اقدار	قدر کی جمع
صنعت	بناوٹ	مربوط	مضبوط
اٹوٹ	مضبوط	آمیزش	ملاوٹ
تعین	مقرر	اسباب	سبب کی جمع

3.7 سفارشی کتب

۱۔نقطہء نظر	عبدالمغنی
۲۔اردو تنقید پر مغربی تنقید کے اثرات	سید تنویر حسین
۳۔تنقیدی تصورات کی تاریخ	محمد حسن
۴۔جدید اردو تنقید کے اصول و نظریات	شارب ردولوی
۵۔اردو میں تنقید	ڈاکٹر محمد احسن فاروقی
۶۔تنقیدی نظریات (حصہ اول)	احتشام حسین
۷۔فن تنقید اور اردو میں تنقید نگاری	نورالحسن نقوی
۸۔ Science &Literary Criticism	Herber Dingal
۹۔ Critical Approache to Literature	David Daiches
10۔ Modern Literary Criticism	Irving Howe

بلقیس بانو۔ ایم

سینیر لیکچرر، شعبہء اردو،

کے ایس او یو، میسور

اکائی ۴: ادبی تنقید اور تحلیلِ نفسی

ساخت:

4.0 اغراض و مقاصد

4.1 تمہید

4.2 مضمون: ادبی تنقید اور تحلیلِ نفسی

4.3 سید شبیہہ الحسن کا تعارف

4.4 خلاصہ

4.5 نمونہ امتحانی سوالات

4.6 فرہنگ

4.7 سفارشی کتب

4.0 اغراض و مقاصد:

اس اکائی کو مکمل کر لینے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

☆ ادبی تنقید کیا ہے؟

☆ تحلیل نفسی سے کیا مراد ہے

☆ نفسیاتی تنقید کیا ہے؟

☆ اور ساتھ ہی مضمون نگار کا تعارف اور اپنے طور پر اس دبستانِ نقد پر روشنی ڈال سکیں۔

4.1 تمہید:

اس اکائی میں مضمون ادبی تنقید اور تحلیل نفسی پر روشنی ڈالی گئی ہے اور مضمون نگار کا تعارف بھی پیش کیا گیا ہے۔ اس تنقیدی دبستان کی ادب میں اہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس تمام تفصیل سے آپ اس اکائی کے مطالعے سے معلومات حاصل کریں گے۔

4.2 مضمون: ادبی تنقید اور تحلیلِ نفسی: پروفیسر سید شبیہہ الحسن:

تنقید اور شعر و ادب کا آپس میں اتنا گہرا رشتہ ہے کہ ایک کے بغیر دوسرے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ پہلے ادب وجود میں آتا ہے پھر اسے پرکھنے کے لئے تنقید اچھے برے میں فرق کرنے کا نام تنقید ہے۔ ہر انسان میں یہ صلاحیت ہوتی ضرور ہے۔ خواہ کم ہو یا زیادہ، یہ تنقیدی صلاحیت ہی تو تھی جس نے انسان کو ترقی کا راستہ دکھایا اور وہ طویل سفر طے کر کے اس منزل تک پہنچ گیا۔ جس پر وہ آج نظر آتا ہے۔

لہذا یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ادبی تنقید اصل میں ادب کی تنقید ہے اور ادب بذاتِ خود زندگی کی تنقید ہے ادب کے پس منظر میں ادبی تنقید زندگی کی تنقید بن جاتی ہے۔ ادبی تنقید کا مقصد یہ بھی ہے کہ ادب کو پڑھنے والوں کے نقطہء نظر سے دیکھا جائے۔ تنقید نہ صرف پڑھنے والوں کے لئے ضروری ہے بلکہ مصنف کے لئے بھی اہم ہے۔

4.2.1 ادبی تنقید چونکہ مشکل فن سمجھا گیا اور زندگی کے ساتھ اس کا جڑا ہوا ہونا اس کی وسعت میں اضافہ کا باعث ہے جب سماجی تقاضے بڑھتے ہیں تو ساتھ ہی فن تنقید کے تقاضے بھی بڑھتے ہیں اور اس لحاظ سے ادبی تخلیق میں پوشیدہ گوشوں کی تلاش اور چھان بین شروع ہوگئی۔ جن میں ادیب کے تجربے کی فکر و نظر اور کشمکش بھی۔ فکر و ادب کے مختلف دبستانوں میں تخلیق اور ادیب کے بارے میں مختلف نظریئے پائے جاتے ہیں اور ادب کے مطالعے کے

سلسلے میں بھی اختلاف رائے ملتی ہے۔

ادب انسانی نفس کی مکمل ترجمانی کچھ اس انداز سے کرتا ہے کہ اس کے تمام تر کمالات کسی تحریر یا موضوع میں ظاہر ہوتے ہیں اس کے ذریعے ادیب یا شاعر جذبات وافکار کو اپنے مخصوص انداز وڈھنگ سے اپنے نفسیاتی وشخصی خصوصیات کے مطابق ظاہر کرتا ہے اور الفاظ کے سہارے داخلی وخارجی حقائق کی روشنی میں ترجمانی تجزیہ اور تنقید کرتا ہے۔تنقید میں فنکار یا فن پارے کو اسلئے سیاسی ،سماجی ،معاشی پس منظر میں دیکھنے اور پرکھنے یا اس کے تخلیق کار کے ذہنی ونفسیاتی محرکات کو پیش کرنے کی جو کوشش ہوتی ہے اسے نفسیاتی پیش کش کہا جاتا ہے نفسیاتی تنقید ایک طریقِ کار کا نام ہے۔یہ نفسی عوامل اور کیفیات کے تجزیئے کی مدد سے آرٹ و ادب کی تخلیق کے عمل پر اس کی تفہیم ترجمانی اور تنقید کے اصول کو سمجھنے کی کوشش کرتی ہے۔اور ادیب کی شخصیت کے لاشعوری اعمال اور ان کے اظہار پر زیادہ زور دیتی ہے۔کسی ادب پارے کے تحلیل وتجزیہ سے انہی لاشعوری عوامل کا پتہ چلانے کی سعی کرتی ہے جو اس کی تخلیق کا محرک بنے اور اس کی تہہ میں کارفرما ہیں۔

4.2.2 تنقید کا مقصد ہے کسی شخصیت یا کسی فن پارے کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا یہ مقصد بزور قلم وجود میں نہیں آتا بلکہ تمام تنقیدی ،میلانات کا مرکز ادب وفن کی افادیت اور ادبی وقتی مسائل پر غور وفکر ہے فنکار اپنے سماج کا ایک فرد ہوتا ہے ،اسے سماج سے الگ نہیں کیا جاسکتا ،اسلئے اسے اور اسکے فنی مقصد کو سمجھنے کے لئے سماج کے مختلف مسائل ،سیاسی ،معاشی ، اخلاقی ،معاشرتی ،علمی ضروریات ،کو سمجھنا اور جاننا ضروری ہے۔ادب نہ صرف سماج کی ایجاد ہے نہ صرف ادیب کے خیالات کی آماجگاہ بلکہ ادب پر ادیب کے ذہنی حالات کا جو نقش ہوتا ہے اسے کھوجنے میں نفسیات کا ہونا ضروری ہے۔ادب کو اظہار معانی کی ایک صورت سمجھا گیا ۔ان تمام مسائل کا جائزہ لینے کی سعی ادبی تنقید میں اہم سمجھی گئی ،کیونکہ یہاں تنقید کے سلسلے میں

فنکار کے کردار اس کی شخصیت اس کا ذہن وغیرہ کا تجزیہ کر کے حقائق کو سامنے لاکر اسے بامعنی اور حقیقی بتایا گیا۔ اس سلسلے میں شبیہہ الحسن کہتے ہیں۔

> " تنقید کے سلسلے میں فنکار کی شخصی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، کسی فن پارے کو فنکار کی شخصیت سے جدا کر کے سمجھنے کا خیال مہمل ہے۔ فنکار کی شخصیت کو سمجھتے وقت تحلیلِ نفسی سے نقاد کا گریزاں رہنا عملی طور پر فنکار کی شخصیت سے جدا کر کے سمجھنے کے مترادف ہے " (تنقیدی نظریات (حصہ اول) صفحہ ۲۰۴)

4.2.3 ادب کو تحلیل نفسی کے نقطۂ نظر سے پرکھنا بڑا مشکل ہی نہیں دقّت طلب امر ہے۔ عملی اعتبار سے اس فکر و نظر کو فرائڈ نے استعمال کیا یہ تحلیل نفسی کا موجد ہے۔ تحلیلِ نفسی یعنے ذہن کی تہہ میں چھپی ہوئی باتوں کا پتہ لگانا۔ یا بالفاظ دگر یہ کہ انسانی ذہن کے پیچ وخم یا چھپی ہوئی ادھوری خواہشات کا عیاں ہونا ہے۔ فرائڈ نے نفس کے دو رخ بتائے ہیں ایک شعور اور دوسرا لاشعور۔ شعور کے معنی ہیں جاننا یا علم کے (جان کاری رکھنا) مطلب یہ کہ ہمارے تجربے یا ذہنی فعل کا وہ حصہ جس کا ہمیں ایک وقت پر ذاتی علم ہوتا ہے۔ یعنے شعور کا تعلق ذات یا شخصیت سے ہونا ضروری ہے۔ لاشعور یعنے ذہن کے پیچھے ایک پوری دنیا آباد ہے۔ جو ہماری خارجی دنیا سے جس کو شعور کہتے ہیں، زیادہ بڑی اور طاقتور ہے، یعنے لاشعور ہمارے تجربات کا وہ حصہ ہے جس کا علم ہمیں توجہ کے باوجود نہیں ہوتا۔ یہ ماضی کے نہاں خانوں میں چھپا رہتا ہے۔ شعور اور لاشعور کے درمیان ایک تیسرا طبقہ بھی ہے جسے تحت الشعور کہا جاتا ہے۔ یہاں وہ چیزیں ہوتی ہیں۔ جنہیں پوری طرح بھولے بھی نہیں اور اچھی طرح یاد بھی نہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو دماغ پر زور دینے سے شعور کی سطح پر ابھر آتی ہیں۔

4.2.4 نفسیاتی تنقید کے حامی یہ مانتے ہیں کہ شعور اور لاشعوری قوتوں کی مفاہمت اور مدافعت کا یہ عمل فنکار کے ذہن میں بھی ہوتا رہتا ہے اس لئے تحلیل نفسی سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے، تا کہ وہ فنکار کے ذہن اور اس کی شخصیت کو سمجھ سکے اور جان سکے۔ تحلیلِ نفسی کی قدر و قیمت دیگر نظریوں سے کم نہیں ہے اس لئے حیات انسانی کے ہر شعبہ میں دخل اندازی کی ہے، جہاں کہیں اسے شعور یا لاشعور کی مفاہمت نظر آتی ہے ادب میں ہر نئے نظریئے کی طرح یہ بھی انتہا پسندی کا شکار ہوئی ہے، بعض نے اسے تمام تنقیدی کا مسائل کا حل جانا بعض نے اسے جدید شعبدہ بازی سمجھا۔ ان نظریات کی تائید بھی ہوئی اور تردید بھی۔

بہر حال اتنا تو کہہ سکتے ہیں کہ اس مسلک نے انسانی نفسیات کی راز دانی کی ہے۔ انسانی ذہن بھول بھلیاں کے مانند ہے کہ اس میں اترنے کے بعد کبھی راستہ ملتا ہے۔ کبھی نہیں ملتا۔ جو انسان جتنا حساس اور وسیع المطالعہ ہوگا اس کا ذہن اتنا ہی زیادہ پر پیچ ہوگا۔ ایک اچھے فنکار میں یہ تینوں چیزیں موجود ہوتی ہیں اس لئے اس کی ذہنی پیچیدگیوں کو سمجھنا دشوار ہوتا ہے۔ اس کے لئے ایک ادیب کو انسانی نفسیات سے آگہی ضروری ہے، وہ اس کے بغیر کوئی بھی تخلیقی کام پورا نہیں کر سکتا۔ میرؔ انیسؔ کو دبیرؔ، پر فوقیت حاصل ہے تو اس کا سبب، یہ ہے کہ وہ انسانی نفسیات کو سمجھنے میں دبیر سے کہیں آگے ہیں۔ غالبؔ کو اردو غزل کا دامن کبھی تنگ نظر آیا تو کبھی بے رنگ و بو تو کبھی غزل میں قافیہ پیمائی نہیں، معنی آفرینی نظر آئی تو کبھی اس کا دامن گنج ہائے، معنی کا طلسم نظر آیا۔

4.2.4 ایک فنکار کا ذہن عام انسان کے ذہن سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہوتا ہے۔ اس کے ذہن کی تہہ یعنے لاشعور میں کچھ ایسی قوتیں سرگرم عمل رہتی ہیں جن کے بارے میں اور تو اور خود فنکار بھی کچھ نہیں جانتا۔ یہ قوتیں کسی فن پارے کی تخلیق کا محرک بن جاتی ہیں اور بالکل انجانے طور پر اس تخلیق میں سمو جاتے ہیں۔ صحیح نتائج کی پیش کش اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ

اس مسلک کے ذریعے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ کونسے عوامل ومحرکات ہیں جس کے ذریعے سے فنی تخلیق وجود میں آئی اور اس کے لئے فنکار کے ذاتی رجحان نفسیاتی رجحان اس کی افتادطبیعت اس کی ذاتی پسند اور اس کی خواہشات ومعیار وغیرہ کا جائزہ وتجزیہ کرنا ہوگا۔ اس لحاظ سے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور فنکار کے لئے بھی حالات کی فراہمی کے لئے دشواری پیش آتی ہے۔ کیونکہ یہاں یہ اصول رہا ہے کہ فنکار کی زندگی کے صرف چند پہلوؤں کو عوام کے سامنے لایا جاتا ہے، اور اس کی زندگی کے دوسرے بہت سے پہلو نظر انداز کردیئے جاتے ہیں۔

4.2.5 ادب کے لئے تنقید لازمی عنصر ہے اس کی وجہ سے ادب میں محاکمہ اور فیصلہ کرنے کی قوت اور صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ نقاد کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ انسانی زندگی کا صحیح مطالعہ کرے اور حقائق کی روشنی میں اسے پیش کرے اور خود کو ایک غیر جانبدار محقق اور نقاد ثابت کرے اس ضمن میں نقاد کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے قاری کیلئے ثبوت فراہم کرے نقاد نہ تو اپنے اطراف سے بےخبر رہ سکتا ہے اور نہ رواداری برت سکتا ہے۔ واضح اور جامع نقطہءنظر پیش کرنے کے لئے اس میں فنی پرکھ کا ہونا ضروری ہے، ادب میں تحلیلِ نفسی کے استعمال کے لئے اس کے محل استعمال پر خوب نظر ہونی چاہیے اور جہاں نقاد اس سے ناواقف ہوتا ہے۔ وہاں اس کے نتائج غلط نکلتے ہیں، اور وہ نفسیاتی انتہا پسندی کا شکار ہوجاتا ہے۔ نقاد کا کام فن کے معیار ومیزان کا تعین کرنا ہوتا ہے، اس کی ساری کوششیں اسی میں صرف ہوتی ہیں۔ اور نقاد کو فن کی قدر وقیمت کے تعین سے پہلے بہتر ے پہلوؤں کا جائزہ لینا ہوتا ہے۔ یعنے ادب کیا ہے؟ یہ کیونکر پیدا ہوتا ہے؟ وہ کہاں آزاد ہے؟ کب اور کیسے فرد اور سماج میں ربط قائم ہوتا ہے؟ شخصی محرکات کا پتہ لگانے سے آگے نفسیات کا علم مجبور ہے وہ یہ نہیں بتا سکتا کہ کسی ادب پارے کی کیا قدر وقیمت ہے؟ اس میں کیا خوبی یا کیا خرابی ہے؟ اور ادب میں اس کا کیا مقام ہے؟ نفسیاتی تنقید صرف دو کام کرسکتی ہے۔ اول تو یہ کہ کسی تخلیق کے وجود میں آنے کے داخلی اسباب

محرکات کا پتہ لگائے دوسرے یہ کہ فنکار نے جن تدابیر سے کام لیا ہے، انکا نفسیاتی تجزیہ کر کے فنکار کے ذہن تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ گویا نفسیاتی تنقید کا میدان تنگ ہے اور ضروری نہیں کہ وہ اس مخصوص میدان میں بھی کامیاب ہو اور صحیح نتائج بر آمد کرے۔ بقول شبیہ الحسن " تحلیل نفسی کو قدر سے کوئی بحث نہیں ہے وہ چیزوں کے خوب و زشت کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کرتی اس کی دلچسپی محض فنکار کے ذہن تک ہے ادب اور فن سے اسکی دلچسپی محض ثانوی حیثیت کی ہے۔۔۔ تحلیل نفسی کو قدر کے مسئلے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لہذا فن تنقید اور تحلیلِ نفسی میں کوئی بنیادی ربط بھی نہیں ہوسکتا" (تنقیدی نظریات ۱۱۹)۔

اس سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ تحلیل نفسی کا تعلق صرف ادیب کے ذہن اس کے شخص و ذاتی میلانات تک ہے جن سے ایک حد تک ادب یا فن کی تخلیق بھی وابستہ ہے۔ تحلیل نفسی کو فن کی ماہیئت اس کی ٹکنیک ،قدر، خوب و زشت سے کوئی واسطہ نہیں اس کی دلچسپی اور رسائی صرف فنکار کے ذہن تک ہے۔ اور ایک فنکار کا ذہن ایک عام انسان کے ذہن سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہے۔ اس کے ذہن کی رسائی لاشعور تک پہنچنے میں مدد کرتی ہے۔

4.2.6 لہذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ بھرپور اور کامیاب تنقید وہ ہے جو کسی ادبی وفنی کار نامے کو کسی ایک عینک اور کسی مخصوص زاویے سے نہ دیکھے بلکہ جتنے وسائل اور جتنے طریقے ممکن ہیں ان سب کو استعمال کرے وہ اقتصادی روابط سے گزر کر فن پارے تک پہنچے۔ معاشرت و سیاسی ماحول کے واسطے سے اسے سمجھنے کی کوشش کرے۔ ادب کو جاننے کے لئے ادیب کی شخصیت کو پرکھنا بھی نہایت ضروری ہوتا ہے۔ یہی اس مسلک کا خاص نقطہ ہے۔ یعنے ادیب کی شخصیت کے لاشعوری اعمال اور ان کے اظہار پر زیادہ زور دیتی ہے۔ اور کسی ادب پارے کے تحلیل و تجزیہ سے انہین لاشعوری عوامل کا پتہ چلانے کی کوشش کرتی ہے، جو اس کی تخلیق کا سبب بنے۔ اور اس کی تہہ میں پوشیدہ ہیں۔ یہ مکتب خیال ادیب اور ادب پارے کو زیادہ گہرائی

میں جا کر جاننے میں مدد دیتا ہے۔ یعنے

"فنکار کی شخصیت کے تمام ایسے تعینات جن میں لاشعوری قوتیں کام کرتی ہیں معاشی اور معاشرتی روابط سے براہ راست نہ متاثر ہوتے ہیں نہ ان کو خاطر میں لاتے ہیں انہیں سمجھنے کے لئے فی الحال تحلیل نفسی کے علاوہ اور کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے" (تنقیدی نظریات ۲۰۴)

4.2.7 تنقید کو نفسیات کے دلدل میں پھنسنا نہیں چاہیئے کیونکہ یہ علم جس قدر فائدہ مند ہے اسی قدر پرفریب بھی ہے یعنے کبھی چھوٹی سی بات کو بڑا بنا کر پیش کرتا تو کبھی بڑی بات کو چھوٹا بنا دیتا ہے۔ ایک گرہ کھلتی ہے تو دوسری گرہ پڑ جاتی ہے۔ نفسیاتی تنقید کی اساس پہلے فرائڈ کا نظریہ لاشعور بنا اور پھر اس میں ایڈلر اور فرنگ کی تعلیمات سے اس میں گہرائی پیدا ہوئی، نفسیاتی تنقید اردو میں قدیم دبستانِ نقد نہیں ہے بلکہ بڑی کم مدت میں جس طرح تحلیل نفسی نے انسانی سوچ کا رخ بدل کر رکھ دیا اور مذہب معاشرہ اخلاق اور جمالیات کے اصولوں میں انقلابِ نو کا ہنگامہ برپا کیا اسی طرح نفسیاتی تنقید بھی اصنافِ ادب اور تخلیقی سانچوں میں بعض اساسی تغیرات کی موجب بن کر اظہار و ابلاغ کے مختلف تجربات کے لئے سامان فراہم کرنے کا باعث بنی۔

4.2.8 آج ادب میں نفسیاتی مباحث کی مقبولیت یا تنقید میں نفسیاتی مصطلحات کے قبولِ عام کا یہ مطلب نہیں کہ اس دبستان سے پہلے کبھی کسی نقاد نے نفسیات سے اپنی ژرف نگاہی میں اضافہ نہ کیا تھا۔ اور نہ ہی اس سے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ صرف فرائڈ، ایڈلر اور ژنگ جیسے مفکرین کی بدولت نفسیاتی طریقِ کار کو مستعمل کیا گیا۔ نفسیات چونکہ انسانی ذہن اور کردار کے محرکات کی تفہیم کا نام ہے اس لئے ظاہر ہے کہ نفسیات دانوں سے پہلے بھی افراد اور تخلیق کار انسان موسم کی طرح بدلتی ذہنی کیفیات سے دلچسپی رکھتے تھے۔

ادب کو تحلیل نفسی کے نظریئے سے دیکھنا بے حد مشکل اور محنت طلب ہے عملی اعتبار سے اس مسلک کو مستعمل کرنے کا کام کافی غور کے بعد ہی کار آمد ہوسکتا ہے۔ تحلیل نفسی سماجی قوتوں کو نہیں مانتی کیونکہ فرائڈ کے نزدیک یہ ہے کہ وہ خواہشات اور نفسی تحریکات اور جنہیں شعوری سطح پر مروجہ اقدار اور سماجی قوانین کی پابندی کے احساس کی بنا ہوتی ہے۔ اسے رد کردیا جاتا ہے، کیونکہ وہ لاشعور میں ڈوب جاتی ہے۔

اس مسلک کے ماہرین نے ادب کے متعلق جو نظریات بیان کئے ہیں انہیں حرف آخر نہیں سمجھ لینا چاہیے۔ کیونکہ ادب کو اس مسلک کے نقطہ نظر سے جانچنا کوئی آسان کام نہیں یہ عمل کافی مشکل اور محنت طلب ہے اس مسلک سے بعض وقت اہم نتائج نکلتے ہیں اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی فنکار کی تحلیل نفسی کے نتائج میں مکمل ہم آہنگی موجود نہیں ہوتی۔

4.2.9 ادبی تنقید میں تحلیل نفسی کا استعمال محدود ہونے کے باوجود اپنے اندر بڑی وسعت اور جامعیت رکھتا ہے، تحلیل نفسی یا نفسیاتی تنقید کے چند مخصوص مباحث کو ہم یہاں پیش کردینا ضروری سمجھتے ہیں۔ یعنے

مختلف اصناف ادب کے نفسیاتی محرکات کا سراغ۔ وضاحت اور تخلیقی عمل یا مخصوص تخلیقات سے ان کے رابطہ کی تفہیم پھر تخلیق کار کی شخصیت کی نفسی اساس کی دریافت اور اس کی روشنی میں تخلیقی شخصیت کا مطالعہ۔ اور نفسیاتی اصولوں کے سیاق وسباق میں مخصوص تخلیقی کاوشوں کی تشریح وتوضیح اور پھر ان کے ادبی مرتبہ کا تعین وغیرہ نفسیاتی تنقید کے دائرہ عمل کے ان مباحث سے اس کی وضاحت ہوجاتی ہے کہ نفسیاتی نقاد بیک وقت تخلیق اور تخلیق کار کے مطالعہ سے کسی نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ نقاد کا کام اپنے قاری کے لئے ایسے شواہد وثبوت کی فراہمی صرف سنسنی پھیلانا یا چٹخارے کے لئے ہو تو یہ ادبی کج روی ہوگی اور اگر نقاد ان واقعات

وحوادث کی روشنی میں تخلیق کے کسی نئے پہلو کو روشن کرتا ہے، کسی خصوصیت پر نئے زاویئے سے پرکھتا ہو یا تخلیقی محرک کے تعین سے تخلیق کا پس منظر واضح کرتے ہوئے اس کی قدر و قیمت کا تعین کرنا ہو یہ اور اس قسم کے دیگر پہلوؤں پر روشنی ڈالنا ہو تو یہ مقاصد کی تکمیل ہے اور اس طریقۂ کار کو بروئے کار لانے کا جواز بھی ہے۔

4.2.10 ادب میں بہت سے شعراء کے متعلق عدم تاریخی معلومات کی وجہ سے ان کی حیات و وفات کا صحیح علم نہیں ہو پاتا اور فنکار اپنے زمانے کی تاریخ اور ارد گرد کے ماحول سے بے نیاز نہیں رہتا بلکہ حالات کا اثر لیتا ہے اور محسوس کرتے ہوئے اپنے طائر خیال کو کہیں سے کہیں پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کوشش کی وجہ سے بہت سے رجحانات جنم لیتے ہیں اور ماحول کو پرکھنے کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ اور ان میں فنکار اپنے مطلب کا سراغ بھی لگا لیتا ہے۔ کبھی نہیں

> "۔اس خلا کو تحلیل نفسی کے ذریعے سے کسی نہ کسی حد تک پورا کیا جاسکتا ہے اگر چہ شاعری کے ذریعے سے کسی شاعر کی مکمل تحلیل نفسی نہیں کی جاسکتی ہے پھر بھی تحلیل نفسی کے طریق کار اور روشنی کو اس سلسلے میں بڑی حد تک کامیابی کے ساتھ استعمال کیا جاسکتا ہے " (۲۱۳ تنقیدی نظریات)

اس سے ظاہر ہوتا ہے جیسے کہ ہم نے اس اکائی کے پچھلے صفحات میں کہا تھا، تحلیل نفسی کا مطلب ہے ذہن کی تہہ میں چھپی ہوئی باتوں کا پتہ لگانا اور ماہر نفسیات کے یہاں انسان کے ذہن پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ احساس و تاثر کا تعلق ذہن انسانی سے ہے اور فن کی تخلیق میں یہی احساس و تاثر پیش پیش رہتا ہے، بقول شبیہہ الحسن۔

> "اس طریق کار سے واقعات کی حقیقت اور انکے وقوع کی اصل

شکل کا علم تو نہیں ہوسکتا ہے مگر ان کی مخصوص نوعیت ضرور ذہن میں آجاتی ہے، اور پھر ان کا اثر انگریزی کی نوعیت کا فرد کے تاثر سے مقابلہ کرنے میں بھی کافی مدد مل سکتی ہے" (۲۱۴ تنقیدی نظریات)

4.2.11 ادبی تنقید اور تحلیل نفسی کا زیادہ گہرا تعلق نہیں ہے۔ پھر بھی اس کی اہمیت اس لئے باقی رہتی ہے کہ بعض اوقات نقاد کے لئے یہی مدد کا ایک ذریعہ ہوتی ہے۔ تحلیل نفسی فنکار کے ذاتی و شخصی ذہن کے بہت سے مرحلوں سے ہو کر گذرتی ہے اس لئے کہ وہ شعر و شاعری میں شام غم کی واقف کار بھی ہے اور نہیں بھی یہ نظریہ تنقید انسان کی خارجی حقائق سے گذر کر اس کے باطن تک رسائی کی سعی کرتا ہے اور معاشرتی پردوں کے پیچھے انسان کی شخصیت کی گہرائیوں میں پہنچنے کی کوشش کرتا ہے، جو کہ ادب کے قریب تر ہے۔

بہر حال " تحلیل نفسی کا ایک مقصد اور ایک مخصوص دائرہ ضرور ہے، اس دائرے کو نہ توڑا جاسکتا ہے اور نہ اس مقصد کو وسیع بنایا جاسکتا ہے۔ اسی لئے وہ نقاد کی مدد ضرور کرسکتی ہے۔ لیکن آخر تک اس کا ساتھ نہیں دے سکتی لہذا کچھ لوگوں کی یہ وہ توقع کہ وہ ادبی تنقید کی جانشین ہونے کی اہلیت رکھتی ہے بالکل فضول ہے، تحلیل نفسی اپنی فنی بندشوں کی وجہ سے تنقید کی جگہ کبھی نہیں لے سکے گی، ہاں یہ ممکن ہے کہ آئندہ ایک اصلاح شدہ تحلیل کا نظریہ موجودہ نظریہ سے زیادہ نقاد کی مدد کر سکے۔" (۲۱۴، ۲۱۵، تنقیدی نظریات)

بہر حال یہ کہنا بے جا نہیں کہ تنقید کا یہ مسلک مروجہ تنقیدی اسالیب اور اصولوں کی بہت سی خامیوں کو کم کرتا ہے ادب پارے کا گہرائی سے مطالعہ کرتا ہے۔ اس مسلک نے ادب کی افہام و تفہیم میں مدد دی ہے اس تنقید کا میکانکی اطلاق ادب کی تفہیم میں معاون نہیں ہوسکتا، لیکن یہ ادب کے ایک اہم پہلو کو سمجھنے میں مدد ضرور کرتا ہے۔ نفسیاتی تحلیل سماجی تنقید اور جمالیاتی وفنی اقدار کے محاکے کا نعم البدل نہیں بن سکتی ان کے سمجھنے میں ضرور مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔

4.3 سید شبیہ الحسن کا تعارف:

انگریزی ادب میں فرائڈ، ایڈلر، ژنگ، ینگ آئی اے رچرڈسن، ہربرٹ ریڈ، وغیرہ نے نفسیاتی تنقید کے اچھے نمونے پیش کئے لیکن اردو میں خالص نفسیاتی تنقید پر لکھنے والے بہت کم ہیں۔ ان میں چند نام یہ ہیں جنہوں نے اس مسلک پر طبع آزمائی کی۔ وحید الدین سلیم، مرزا ہادی رسوا، غلام حسین اظہر، میراجی، ریاض احمد، سید محمود الحسن رضوی، دیوانند ایسر، سید شبیہ الحسن وغیرہ۔

اردو میں نفسیاتی تنقید کے اصول و مباحث پر قابلِ قدر کام ریاض احمد کے بعد شبیہ الحسن کا ہے۔ جنہوں نے نفسیاتی تنقید کی اہمیت کے ساتھ اس کی کوتاہیوں کا بھی تفصیل سے جائزہ لیا ہے، ان کی تنقیدی فکر میں یہ شعور انگریزی ناقدین فرائڈ، ایڈلر، اور ینگ کے توسط سے آیا ہے۔ انہوں نے ان کے نظریوں سے جا بجا استفادہ کیا ہے ادب کو تحلیل نفسی کے ذریعہ سے کافی کٹھن اور مہارت طلب چیز سمجھتے ہیں یہ عملی اعتبار سے تحلیل نفسی کے استعمال کو کافی کانٹ چھاٹ کے بعد بھی فائدہ مند سمجھنے میں انہوں نے ادب اور تنقید میں نفسیات کی اہمیت اور اس کے تنقیدی اصولوں پر بحث کی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کیا ہے کہ تحلیل نفسی اور نفسیاتی اصول کس حد تک کسی ادبی تخلیق کے اقدار معین کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ شبیہ الحسن نے یہ بحث صرف اس تنقیدی مسلک کے ایک نقاد ہونے کی حیثیت سے نہیں چھیڑی ہے۔ اس مسلک کی خامیوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔ بلکہ غیر جانبدارانہ طریقے سے تنقید کے سارے اصول و ضوابط کو ملحوظ رکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ یہ بات اور ہے کہ اس بحث میں ان کے نزدیک بنیادی طریقہ اسی مسلک کا ہے ان کی تحریروں میں نفسیاتی اصول پر بحث ملتی ہے۔ اس کے علاوہ اکبر کا فن اور شخصیت، غالب، انشاء، میر ناسخ غزل میں نرگسیت وغیرہ عمل پر بھی نفسیاتی اور عملی تنقید کی کوششیں کی گئی ہیں۔

"ادبی تنقید اور تحلیلِ نفسی" انکا ایک اہم مضمون ہے جس میں نفسی اصولِ تنقید اور خصوصیت کے ساتھ تحلیل نفسی کے اصولوں سے بحث کی گئی ہے غزل میں نرگیسیت خاص نفسیاتی مطالعہ ہے جو خودنمائی۔ خودستائی، اور خود پرستی کی بنیاد پر ہے۔اس مضمون میں انہوں نے غزل اور لاشعور میں اس بات کی توضیح کی ہے کہ غزل کس حد تک لاشعور کی فضا سے مانوس ہوسکتی ہے، یہ مضمون نفسی رجحان کا مطالعہ ہے۔ دیگر مضامین میں بھی انہوں نے نفسیاتی تنقید اور اس کی اہمیت کے لئے راستہ ہموار کیا ہے۔تنقید و تحلیل ان کی یادگار تصنیف ہے جو مختلف مضامین پر مشتمل ہے اس میں نظریاتی تنقید اور تحلیل نفسی کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔بلاشبہ سید شبیہ الحسن کا نام نفسیاتی تنقید میں بڑا اہم ہے۔

اپنی معلومات کی جانچ اور نمونہ جواب:

سوال ا: ادب میں ادبی تنقید کی اہمیت پر روشنی ڈالیئے۔

سوال ۲: تحلیل نفسی سے کیا مراد ہے۔

سوال ۳: شبہیہ الحسن کا تعارف پیش کیجئے۔

جواب :۔ سوال نمبر ا کے لئے 4.2 / 4.2.2، سوال ۲: کے لئے 4.2.3 اور 4.2.4، سوال ۳ کے لئے 4.3 کے تحت دیکھئے۔

4.4 خلاصہ:

اس اکائی میں ہم نے آپ کو مضمون ادبی تنقید اور تحلیل نفسی مصنف سید شبیہ الحسن کے بارے میں واقف کرایا۔اغراض ومقاصد کے تحت آپ نے اس اکائی کے خاکے کے سلسلے میں

معلومات حاصل کیں آپ کے علم میں آ چکا کہ سید شبیہ الحسن نے ادب میں ادبی تنقید کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالی اور ساتھ ہی تحلیل نفسی کی افادیت اصول ومباحث پر بھی تبصرہ کیا اور نفسیاتی تنقید کی اہمیت کے ساتھ اس کی کوتاہیوں کا بھی تفصیل سے اس اکائی میں جائزہ لیا گیا ہے، اور مضمون نگار کا تعارف اور اس کے فکر ونظر پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔اس اکائی میں ساری تفصیل سے آپ آگاہ ہوئے ہوں گے۔آپ نے اپنی معلومات کی جانچ بھی کی آخر میں نمونہ امتحانی سوالات، مشکل الفاظ کے معنی، سفارشی کتب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔توقع ہے کہ آپ ان سے ضرور مستفید ہوں گے۔

4.5 نمونہ امتحانی سوالات:

سوال ۱: ادبی تنقید اور تحلیل نفسی کا تنقیدی جائزہ لیجئے۔

سوال ۲: ادب میں نفسیاتی تنقید کی اہمیت پر روشنی ڈالیئے۔

سوال ۳: سید شبیہ الحسن کے فکر ونظر پر تبصرہ کیجئے۔

سوال ۴: ادبی تنقید اور تحلیل نفسی کی روشنی میں سید شبیہہ الحسن کے تنقیدی مسلک کا جائزہ لیجئے۔

4.6 فرہنگ:

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
نظریات	اصول	استفادہ	فائدہ حاصل کرنا
اقدار	قدریں	ہیئت	ساخت
اختصار	مختصر، سرسری	شعور	سمجھ
افہام وتفہیم	معنی ومطلب	جامع	پورا، مکمل

قارئین	پڑھنے والے	افراط	امتیاز
دبستانِ نقد	اسکول تنقید کے (School of thought)		
اخذ	ماخوذ، مستعار لیا ہوا (کسی چیز سے لیا ہوا)		

4.7 سفارشی کتب

ا۔تنقیدی نظریات (حصہ اول)	احتشام حسین
۲۔تنقیدی تصورات کی تاریخ	محمد حسن
۳۔اردو تنقید میں نفسیاتی عناصر	سید محمود الحسن رضوی
۴۔اردو تنقید کی تاریخ	مسیح الزماں
۵۔تنقیدی اشارات	سید عبداللہ
۶۔ Whatis psycho analysis	I. H. Coriat
۷۔ Critical approaches to literature	David Daiches
۸۔ psychoanalysis explained & criticised	A.E.Baker
۹۔ Modern Man in search of Soul	Jung
۱۰۔ جدید اردو تنقید (اصول و نظریات)	شارب ردولوی

بلقیس بانو۔ایم

سینئیر لکچرر، شعبہء اُردو کے ایس او یو، میسور

ಆದೇಶ ಸಂಖ್ಯೆ : ಕರಾಮುವಿ/ಅಸಾವಿ/2–1615/2012–2013 ದಿನಾಂಕ : 24.07.2012
ಒಳಪುಟ : 60 GSM ವೆಸ್ಟ್‌ಕೋಸ್ಟ್ ಪೇಪರ್ ಮತ್ತು ಹೊರಪುಟ : 170 GSM ಆರ್ಟ್‌ಕಾರ್ಡ್
ಮುದ್ರಕರು : ಗೀತಾಂಜಲಿ ಗ್ರಾಫಿಕ್ಸ್, ಬೆಂಗಳೂರು. ಪ್ರತಿಗಳು : 200

Karnataka State Open University

Manasagangotri Mysore - 570 006

The Open University system has been initiated in order to augment opportunities for higher education and as an instrument of democratizing education.

National Education Policy 1986

♣ **REGIONAL CENTRES**

Bangalore
Davanagere
Gulbarga
Dharwad
Shimoga
Mangalore
Tumkur
Hassan
Chamarajanagar
Bellary
Mandya
Kolar
Bijapur
Belagaum
Ramanagar
Bangalore (another one)
Chikmagalur
Udupi
Karwar
Bidar
Mysore

- **HEAD QUARTERS**
- ★ **Total Study Centres : 123**
- ♣ **Regional Centres : 21**
- ❄ **B.Ed Study Centres : 10**
- ✢ **M.Ed Study Centres : 06**

KSOU

Higher Education to everyone everywhere
ಉನ್ನತ ಶಿಕ್ಷಣ ಎಲ್ಲರಿಗೂ ಎಲ್ಲೆಡೆ

ಕರ್ನಾಟಕ ರಾಜ್ಯ ಮುಕ್ತ ವಿಶ್ವವಿದ್ಯಾನಿಲಯ

ಮಾನಸಗಂಗೋತ್ರಿ, ಮೈಸೂರು – 570 006

Karnataka State Open University

Manasagangotri, Mysore - 570 006 **Website : www.ksoumysore.edu.in**